اسماعیل

واقفین نو کا تعلیمی و تربیتی رسالہ

سہ ماہی | شمارہ نمبر ۱۷ | جنوری - مارچ ۲۰۲۰ء

مصلح موعود رضی اللہ عنہ

Waqf-e-Nau Central Department

22 Deer Park Road
London SW19 3TL, UK
Tel: +44 (0) 20 8544 7633
Fax: +44 (0) 20 8544 7643
Email: editorurdu@ismaelmagazine.org
Website: www.waqfenauintl.org

فہرست مندرجات

جنوری تا مارچ 2020ء

اداریہ 3

قال اللہ تعالیٰ 4

قال الرّسول ﷺ 5

کلام الامام 6

خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق عقلی دلائل 8

ڈائنو سارز 12

عربی حروف تہجی 14

اعلان برائے جامعہ احمدیہ یو کے 16

خلافت کی محبت صرف پاکستانی احمدیوں میں ہی نہیں بلکہ یہ عالمی محبت ہے 18

کینیڈا کے واقفین نو بچوں کی امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کلاس 20

مذہب اور سائنس (تبرکات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ) 26

کورونا وائرس 29

اداریہ

ایک واقف نو کو دنیا کے کاموں میں ہر گز دل نہیں لگانا چاہئے۔ لیکن دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے کاموں سے چھٹکارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کی کیا حقیقت ہے اور دنیا کو حاصل کرنے کے کیا معنی ہیں؟ ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟

اس شمارہ کے آغاز میں قال اللہ ، قال الرسول اور کلام امام الزمان میں ان سوالوں کے جواب موجود ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حوالہ سے ایک موقع پر فرمایا:

"پس یاد رکھو کہ جو شخص خدا کے لئے زندگی وقف کر دیتا ہے، یہ نہیں ہوتا کہ وہ بیدست وپا ہو جاتا ہے۔ نہیں۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ دین اور للہی وقف انسان کو ہوشیار اور چابکدست بنا دیتا ہے۔ سستی اور کسل اُس کے پاس نہیں آتا۔ حدیث میں عمار بن خزیمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے میرے باپ کو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے اپنی زمین میں درخت لگانے سے منع کیا ہے؟ تو میرے باپ نے جواب دیا کہ میں بڈھا ہوں۔ کل مر جاؤں گا۔ پس اُس کو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ پر ضرور ہے کہ درخت لگائے۔ پھر میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ خود میرے باپ کے ساتھ مل کر ہماری زمین میں درخت لگاتے تھے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عجز اور کسل سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ سست نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ حصول دنیا سے منع نہیں کرتا۔ ...بلکہ اُس نے صاف فرمایا ہے وَ لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم:4)۔ اس لئے مومن کو چاہئے کہ وہ جد و جہد سے کام کرے۔ لیکن جس قدر مرتبہ مجھ سے ممکن ہے یہی کہوں گا کہ دنیا کو مقصود بالذّات نہ بنالو۔ دین کو مقصود بالذات ٹھہرو۔ اور دنیا اس کے لئے بطور خادم اور مرکب کے ہو۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 92۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو وقف کی حقیقت کو سمجھنے اور خدا تعالیٰ کے لئے دنیا کے کاموں کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آجکل واقفین نو کو خاص طور پر کورونا وائرس سے بچنے کے لئے جسمانی اور روحانی تدابیر کرنی چاہئیں۔ دعاؤں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں جو لوگ بنیادی لازمی اشیاء سے محروم ہیں ان کی مدد کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وبا سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مجلسِ ادارت

مدیر اعلیٰ / مینیجر
لقمان احمد کشور

مدیر (اردو)
فرخ راحیل

مجلس ادارت
صہیب احمد، عطاء الحئی ناصر
راشد مبشر طلحہ

معاون مینیجر
اطہر احمد باجوہ

سرورق ڈیزائن
زید طارق

ڈیزائن اندرون
چوہدری محمد مظہر

مدیر (انگریزی)
قاصد معین احمد
editorenglish@ismaelmagazine.org

پرنٹنگ
رقیم پریس فارنہم یوکے
آن لائن (Online)

www.alislam.org/ismael
www.waqfenauintl.org

قال اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰٮہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانٌ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ۔

(سورۃ الحدید:21)

ترجمہ:

جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقصد سے غافل کر دے اور سج دھج اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے۔ (یہ زندگی) اس بارش کی مثال کی طرح ہے جس کی روئیدگی کفار (کے دلوں) کو لبھاتی ہے۔ پس وہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ پھر تُو اسے زرد ہوتا ہوا دیکھتا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب (مقدر) ہے نیز اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضوان بھی۔ جبکہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا ایک عارضی سامان ہے۔

تفسیر:

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ اس طرف توجہ دلائی ہے بلکہ تنبیہ کی ہے کہ اس دنیا کی ظاہری زندگی اور اس کی آسانیاں، اس کی آسائشیں، اس کا مال و متاع یہ سب عارضی چیزیں ہیں اور ان کی حیثیت کھیل کود اور دل بہلاوے کے سامان سے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے غافل اور اپنی زندگی کے مقصد سے غافل انسان تو ان چیزوں اور ان باتوں کی طرف جھک سکتا ہے جو دنیا داری کی باتیں ہیں لیکن ایک مومن جس کے اعلیٰ مقاصد ہیں اور ہونے چاہئیں وہ ان باتوں سے بہت بلند ہے اور بلند ہو کر سوچتا ہے۔ اور اعلیٰ مقاصد کو اور اللہ تعالیٰ کے قُرب اور اس کے پیار کو تلاش کرنے کی

کوشش کرتا ہے۔ ہم جو اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آئے ہوئے مسیح موعود اور مہدی معہود کی جماعت میں شامل ہونے اور آپ کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں ہماری سوچ یقیناً بہت بلند ہونی چاہئے۔ ہم جو احمدی کہلاتے ہیں حقیقی احمدی اُسی وقت بن سکتے ہیں جب ہم عارضی اور دنیاوی خواہشات اور لذّات کو اپنا مقصد نہ بنائیں بلکہ دنیا جو آجکل ان لذات میں گرفتار ہے اور قدم قدم پر شیطان نے اپنے ایسے اڈے بنائے ہوئے ہیں جو ہر شخص کو جو اس دنیا میں رہتا ہے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس سے پوری کوشش کر کے ہمیں بچنا چاہئے۔ ہمارا مقصد دنیاوی دولت کے حصول کے لئے اور دنیاوی لذات سے فائدہ اٹھانا کبھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان چیزوں کا انجام اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دنیاوی چیزوں کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے یہ پھلنے پھولنے والی فصل کی طرح ہیں مگر آخر کو سوکھ کر چُورا ہو جاتی ہیں اور تیز ہوائیں اس کو اڑا کر لے جاتی ہیں۔ اسی طرح دنیاداروں کا انجام ہوتا ہے۔ نہ ان کے اموال کی کثرت، ان کے مال و دولت ان کے کام آتے ہیں۔ نہ ان کی اولادیں ان کے کام آتی ہیں۔ بعض تو اس دنیا میں ہی اپنے مال و اولاد سے محروم ہو جاتے ہیں اور اگر کسی کا ظاہری انجام دنیاوی لحاظ سے بہتر لگتا بھی ہے تو آخرت میں جو اُن کا حساب کتاب ہونا ہے وہ صرف دنیاوی لہو و لعب میں پڑنے کی وجہ سے اور خدا تعالیٰ اور دین کا خانہ خالی چھوڑنے اور خالی ہونے کی وجہ سے اور اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دینے کی وجہ سے انہیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ ہاں بعض کی بعض نیکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ کر ان سے مغفرت کا سلوک فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اس کے تحت بعض لوگ اپنی بعض نیکیوں کی وجہ سے اس کی رضا، رضائے الٰہی حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تم یہ یاد رکھو کہ اس زندگی کو سب کچھ نہ سمجھو۔ اصل زندگی مرنے کے بعد کی زندگی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، انجام بخیر کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کے حکموں پر چلنا ضروری ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے تو نہ صرف انجام بخیر ہوتا ہے بلکہ یہ دنیا بھی اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی دنیاوی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ضرور فرماتا ہے کہ ان دنیاوی چیزوں کے حصول میں اتنا نہ ڈوب جاؤ کہ تمہیں دینی فرائض اور اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ ہی نہ رہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 05/ مئی 2017ء)

☆…☆…☆

قال الرسول ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ: دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُہٗ اَحَبَّنِیَ اللّٰہُ وَاَحَبَّنِی النَّاسُ، فَقَالَ: اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّکَ اللّٰہُ وَاِزْھَدْ فِیْمَا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ یُحِبُّوْکَ۔

(ابن ماجہ، باب الزھد فی الدنیا)

ترجمہ:

حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ جب میں اُسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے اور باقی لوگ بھی مجھے چاہنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو۔ لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا شَاعِرٌ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ۔

(مسلم کتاب الشعر)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشہور شاعر لبید نے جو بات کہی، اس سے زیادہ سچّی بات کسی اور شاعر نے نہیں کہی۔ یعنی اس نے یہ بڑی سچّی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز بے کار اور بے سود ہے ایک وہی سود و زیاں کا مالک ہے۔

کلام الامام علیہ السلام

ترک دنیا کا مطلب

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے دنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے۔ کیونکہ اس راہ سے بھی ابتلا آتا ہے۔ اور اسی ابتلا کی وجہ سے انسان چور، قمار باز، ٹھگ، ڈکیٹ بن جاتا ہے اور کیا کیا بُری عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ مگر ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ دنیوی شغلوں کو اس حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمہارے لئے مدد کا سامان پیدا کر سکیں۔ اور مقصود بالذات اُس میں دین ہی ہو۔ پس ہم دنیوی شغلوں سے بھی منع نہیں کرتے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ دن رات دنیا کے دھندوں اور بکھیڑوں میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کا خانہ بھی دنیا ہی سے بھر دو۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ محرومی کے اسباب بہم پہنچاتا ہے۔ اور اس کی زبان پر نرا دعویٰ رہ جاتا ہے۔ الغرض زندوں کی صحبت میں رہو تا کہ زندہ خدا کا جلوہ تم کو نظر آوے۔‘‘ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 73۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

ایک اور موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

’’کوئی یہ نہ سمجھ لیوے کہ انسان دنیا سے کوئی غرض اور واسطہ ہی نہ رکھے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ دنیا کے حصول سے منع کرتا ہے۔ بلکہ اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اُس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ اُس کا نصب العین دین ہوتا ہے۔ اور دنیا، اُس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو۔ بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو۔ اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو۔ جیسے انسان کسی جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے سفر کے لئے سواری اور زاد راہ کو ساتھ لیتا ہے تو اس کی اصل غرض منزل مقصود پر پہنچنا ہوتی ہے نہ خود سواری اور راستہ کی ضروریات۔ اسی طرح پر انسان دنیا کو حاصل کرے مگر دین کا خادم سمجھ کر۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً (البقرۃ:202)

اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے۔ لیکن کس دنیا کو؟ حسنۃ الدنیا کو جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جاوے۔ اس دعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں حسنات الآخرۃ کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور ساتھ ہی حسنۃ الدنیا کے لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصول دنیا کا ذکر آگیا ہے جو ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو۔ نہ وہ طریق جو کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف رسائی کا موجب ہو‘‘۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 91 تا 92۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 14/ اکتوبر 2016ء کو کینیڈا میں واقفین نو کی کلاس میں ایک واقفِ نو سے دریافت فرمایا:
''ہمارا خدا'' جو کتاب ہے، آپ نے پڑھی ہے؟
حضور انور نے فرمایا:
انگریزی میں اس کا نام Our God ہے۔ اسے ضرور پڑھو۔ ہر وقفِ نو کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے کیونکہ آجکل دہریت کا زور ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 9/ دسمبر 2016ء)

خدا کی ہستی کے متعلق عقلی دلائل

کائنات خلق اور نظام عالم کی دلیل
(حصہ سوم)

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

(حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ایک مکّھی کو ہی دیکھو۔ یہ حقیر جانور بھی کس درجہ تک خدا کی عظیم الشان قدرت نمائیوں کا کرشمہ ہے۔ اگر انسان ساری عمر صرف ایک مکھی اور اُس کے اعضاء وغیرہ کے متعلق تحقیق کرنے میں صرف کردے تو یقیناً وہ دیکھے گا کہ اس کی زندگی تو ختم ہوجاوے گی لیکن تحقیق کا میدان ابھی اس کی آنکھوں کے سامنے غیر دریافت شدہ حالت میں پڑا ہوا نظر آئے گا۔ خود انسانی جسم کو دیکھ لو۔ جب سے یہ دنیا بنی ہے دنیا کے بہترین دماغ ہر زمانہ میں لاکھوں کی تعداد میں اس کی بناوٹ کے متعلق تحقیق کرتے چلے آئے ہیں اور اس حکیمانہ قانون کے معلوم کرنے کے پیچھے پڑے رہے ہیں جو مختلف اعضاءِ انسانی یعنی دل و دماغ، گردہ، پھیپھڑا، جگر، معدہ، آنکھ، کان، ناک وغیرہ میں کام کر رہا ہے لیکن خدا کی اس بظاہر چھوٹی سی کان کا کتنا حصہ ہے جو وہ اس وقت تک دنیا کے سامنے نکال کر پیش کر سکے ہیں؟ اور یقیناً دُنیا کا خاتمہ آجائے گا لیکن اس عالمِ صغیر کے خزانے ختم نہ ہوں گے۔

ایک پھول کو ہی لے لو جو تمہارے راستہ کے ایک کنارے پر خود روطور پر نکل آتا ہے اور بسا اوقات کسی بے درد غافل راہگیر کے پاؤں کے نیچے مسلا جا کر ہمیشہ کے لئے دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس کی ننھی ننھی پتیوں میں سینکڑوں رگیں اور نالیاں ایک جال کی طرح پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور یہ ہر رگ اور ہر نالی اپنے کام اور اپنے قانون کے لحاظ سے ایک عالَم کا حکم رکھتی ہے جس کی کامل دریافت کے واسطے عمرِ نوح بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ ہاں ذرا اس حقیر اور قریباً نہ نظر آنے والے تخم پر بھی ایک نظر ڈالو جو ایک مٹھی بھر جگہ میں لاکھوں کی تعداد میں سما سکتا ہے لیکن جب وہ زمین میں ڈالا جاتا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے جس کے سایہ کے نیچے ہزاروں انسان آرام کر سکتے ہیں۔ اور کیا تم نے انسانی زندگی کا بھی مطالعہ کیا ہے؟ ایک وقت تھا کہ انسان ایک ایسے حقیر خوردبینی کیڑے کی شکل میں اپنے باپ کے جسم کا حصّہ تھا کہ شاید کوئی نازک مزاج شخص اُسے دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا، لیکن آج وہی ہے کہ ایک خوبصورت، دلکش اور دل و دماغ کی اعلیٰ ترین طاقتوں سے آراستہ وجود بنا بیٹھا ہے۔

آؤ اب ذرا آسمان کی طرف بھی ایک نظر اُٹھا کر دیکھو۔ یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے تمہارے سامنے کیا منظر پیش کرتے ہیں۔ سورج ہی کو لے لو۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سورج تمہاری زمین سے کتنے فاصلہ

پر ہے؟ سُنو! اس کا فاصلہ زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے اور اگر حیران نہ ہو تو مَیں تمہیں بتاؤں کہ اجرامِ سماوی میں سے تمہارا یہ سُورج اُن ستاروں میں سے ہے جو نسبتاً زمین کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ بعض ستاروں کا زمین سے اتنا فاصلہ ہے کہ اُس کے اظہار کے لئے تمہاری زبان میں کوئی عدد تک مقرر نہیں پھر یہ بھی جانتے ہو کہ سورج کا حجم کتنا ہے؟ یہ بھی سُن لو۔ تمہاری یہ زمین جس کی وسعت پر تمہیں اتنا ناز ہے اور جو باوجود گول ہونے کے اپنی عظیم الشان وسعت کی وجہ سے چپٹی نظر آتی ہے سات ہزار نو سو چھبیس میل کا قطر رکھتی ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں سورج کا قطر آٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار میل ہے لیکن اگر حیران نہ ہو تو میں پھر تم سے یہ بھی کہہ دوں کہ آسمانی ستاروں میں سے بہت سے ستارے ایسے ہیں جن کے سامنے یہ سورج حجم کے لحاظ سے اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتا جیسے کہ ایک عقاب کے مقابلہ میں پدی کی حیثیت ہے۔

یہ تو ان فضا نشینوں کی ظاہری شکل و صورت کا حال ہے اور اگر اس عظیم الشان نظام کا مطالعہ کیا جائے جس کے ماتحت یہ لاکھوں

کروڑوں عالم فضاءِ آسمانی میں چکّر لگارہے ہیں تو عقلِ انسانی خود چکّر میں آنے لگتی ہے اور پھر کمال یہ ہے کہ ہر ستارہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر اپنے اپنے قواعد کے ماتحت چکّر لگا رہا ہے اور کیا مجال ہے کہ ایک ستارہ کسی دوسرے ستارے سے ٹکرا جاوے یا اپنے دائرہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے دائرہ کے اندر جا داخل ہو اور یہ قاعدہ صرف اجرامِ سماوی ہی کے متعلق نہیں بلکہ زمین پر بھی ہر چیز اپنے اپنے حلقے کے اندر محصور ہے اور یہ کسی کو طاقت نہیں کہ اپنے حلقہ سے آزاد ہو کر دوسرے حلقے میں داخل ہو سکے۔ آگ کا کام ہے کہ جلاوے۔ پانی کا کام ہے کہ بُجھاوے۔ درخت کا کام ہے کہ زمین میں ایک جگہ استادہ کھڑا رہے۔ پرندہ کا کام ہے کہ ہوا میں اُڑتا پھرے۔ انسان کا کام ہے کہ زمین پر چلے۔ مچھلی کا کام ہے کہ پانی میں تیرے۔ گائے کا کام ہے کہ گھاس کھائے۔ شیر کا کام ہے کہ دوسرے جانوروں کو اپنی خوراک بنائے۔ یہ موٹی موٹی مثالیں ہیں ورنہ ہر چیز اپنے خواص اور اپنی طاقتوں اور اپنے کام کے لحاظ سے اپنے حلقہ کے اندر محصور ہے اور اپنے حلقہ سے باہر نکل جانے کی کسی کو طاقت نہیں اور پھر ہر چیز ایک خاص غرض و مقصد کو پورا کر رہی ہے۔

اَب غور کرو اور سوچو کہ کیا یہ عظیم الشان نظام جس سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں خود بخود اپنے آپ سے ہے؟ کیا یہ حکیمانہ قانون جو ہر چیز میں کام کرتا نظر آرہا ہے خود بخود بغیر کسی بالا ہستی کے تصرّف کے جاری ہے؟ کیا یہ زمین مع اپنی لاتعداد مخلوقات کے اور یہ آسمان مع اپنے بے شمار اجرام کے اپنے خالق اور اپنے رب آپ ہی ہیں؟ اس وقت اس سوال کو چھوڑو کہ اگر کوئی خدا ہے تو وہ کون ہے اور کہاں ہے؟ صرف اس بات کا جواب دو کہ کیا تمہارا دل اس بات پر اطمینان پاتا ہے کہ یہ کائنات اور یہ نظام بغیر کسی خالق، بغیر کسی رب، بغیر کسی مالک، بغیر کسی متصرف کے، خود بخود اپنے آپ سے ہے؟ میں یہ نہیں پوچھتا کہ تم کسی خدا پر ایمان لاتے ہو یا نہیں بلکہ میرا سوال صرف یہ ہے کہ کیا تم دیانتداری کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ یہ زمین یہ آسمان یہ حیوانات یہ نباتات یہ جمادات یہ اجرامِ سماوی یہ طبقاتِ ارضی محض اتفاق کا نتیجہ ہیں؟ کیا یہ عظیم الشان نظام جس نے دنیا کی اربوں چیزوں کو ایک لڑی میں پرو رکھا ہے بغیر کسی خالق اور متصرّف کے خود بخود چل رہا ہے؟ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص جو آدم کی اولاد سے ہے اور دل و دماغ رکھتا ہے اس بات پر تسلی پا سکتا ہے کہ یہ کائنات جو اس قدر گوناگوں عجائبات کا مجموعہ ہے خود بخود اپنے آپ سے ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ تمام کائنات مع اپنے حکیمانہ نظام کے خدا تعالیٰ کی ہستی کی ایک ایسی زبردست دلیل ہے کہ کوئی عقلمند شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

(ہمارا خدا۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ۔ صفحہ 64 تا 67)

☆...☆...☆

(بقیہ: کلاس وقف نو از صفحہ نمبر 25)

ہوں تو ناراضگی کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ کیا تمھیں کوئی وجہ نظر آتی ہے؟ اگر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تو بلاوجہ میں نے ناراض کیوں ہونا ہے۔ میں نے تو جلسہ پر ڈیوٹی دینے والوں کی تعریفیں کر دی ہیں۔ بس تمہاری بھی تعریف کر دی ہے جن لوگوں نے ڈیوٹی دی ہے۔

☆...ایک طفل نے سوال کیا کہ کیا Genetic Modification جو انسانیت کے لئے فائدہ مند ہے، غلط ہے، اگر ہے تو کیوں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: کسی بیماری کا اگر علاج کرنا ہے تو وہ درست ہے۔ لیکن Cloning کی اجازت نہیں ہے یا کسی کی شکل بدل دینا بھی درست نہیں ہے۔ اگر Stem Cell یا کسی اور Tissue کے ذریعہ سے ٹھیک کرنا ہے تو جائز ہے۔ ماں کے پیٹ میں جب embryo ہو تو اس کا علاج کرنا بھی جائز۔ جو ناجائز ہے وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی شکل نہیں بدلنی جو Cloning ہے۔ دوسری چیز ناجائز یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کے نطفہ سے ہی پیدائش ہو سکتی ہے، کسی غیر مرد کے نطفہ کو عورت سے ملانا کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

☆...پھر اسی بچہ نے دوسرا سوال کیا کہ پھل، سبزیاں اور اناج کو Genetically Modified کرنا جائز ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: بہت سارے جو پھل سبزیاں ہیں وہ اس طرح سے تیار کی جاتی ہیں۔ تو تم کر سکتے ہو۔ مثلاً گندم، اس کی کاشتکاری آج سے پچاس سال پہلے ایک ایکڑ پر اڑھائی سو کلو ہوتی تھی۔ تو آج وہ ہزار یا دو ہزار کلو ایک ایکڑ پر ہوتی ہے۔ تو اس کو انہوں نے اسی طرح ہی تیار کیا ہے۔ اسی طرح انسانوں میں بھی اگر Genetically اس کی بیماری کا علاج کیا جا سکتا ہے تو وہ جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے ان کے پاس مختلف طریقے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: تم ریسرچ میں جاؤ تو Genetics میں ماسٹر کرو اور پی ایچ ڈی کرو اور پھر ریسرچ کرو۔

☆...☆...☆

ڈائنوسارز(Dinosaurs)
(حصہ دوم۔ آخر)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ڈائنوسارز بڑے سائز کے تھے۔ لیکن چھوٹے سائز کے بھی بہت سے ڈائنوسارز تھے جن کی دریافت اس لئے نسبتاً مشکل ہے کیونکہ ان کی جسامت چھوٹی اور fossilized ہونے کے لئے اُن کا جسم اور ہڈیاں نرم تھیں جس کی وجہ سے بڑے ڈائنوسارز انہیں آسانی سے کھا بھی جاتے تھے۔ ان کی دریافت اس لئے بھی مشکل تھی کیونکہ ان کی ہڈیاں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بکھر جاتی تھیں۔

کہتے ہیں کہ تیز ترین بھاگنے والا ڈائنو سارز Struthiomimus ڈائنوسارز تھا۔ اس کی بناوٹ شُتر مرغ کی طرح تھی۔ لمبی دُم کے علاوہ اس کی ٹانگیں لمبی پتلی اور سخت تھیں۔ اس کے تین پنجے تھے اور یہ ڈائنوسارز 50 کلومیٹر فی گھنٹہ کے حساب سے بھاگ سکتا تھا۔ اس کے کوئی دانت نہیں تھے لیکن اسکی چونچ بہت سخت تھی۔ غالباً یہ شُتر مرغ کی طرح پتے، بیج اور چھوٹے جانور کھاتا تھا۔

Hypsilophodon ڈائنوسارز 145 ملین سال پہلے رہتا تھا۔ یہ بناوٹ کے لحاظ سے بہت ہلکا تھا اور اس کے پنجے لمبے تھے جن کی وجہ سے درختوں پر چڑھنا اُن کے لئے آسان تھا۔ اس کے ڈھانچے کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ یہ دراصل دوڑنے کے لئے بنا ہے۔ یہ پودے کھاتا تھا۔ اس کی چونچ سخت اور جبڑے مضبوط تھے۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور غالباً اس کی نظر بہت تیز تھی نیز یہ بارہ سنگھا سے ملتا جلتا تھا۔

جہاں تک یہ سوال ہے کہ ڈائنوسارس کے کُھر یا سُم تھے۔ زیادہ تر بھاگنے والے جانور اپنے پنجوں پر کھڑے ہوتے ہیں جیسا کہ ہرن اور گھوڑے وغیرہ کُھروں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ دوڑنے والے ڈائنوسارز بھی اپنے پنجوں پر کھڑے ہوتے تھے نہ کہ اپنے پاؤں کے پچھلے حصے پر۔ پاؤں اور ٹانگوں کا پچھلا حصہ لمبا اور بڑا ہوتا ہے لیکن اگلا حصہ چھوٹا ہوتا ہے۔ پنجے کے آخری حصے پر نمایاں کُھر یا سم تھے جو غالباً نوچنے کے کام آتے تھے۔ بڑے بڑے گوشت خور ڈائنوسارز خاص طور پر عام تھے۔ 130 سے 150 لاکھ سال قبل وہ وقت تھا جب پودے کھانے والے ڈائنوسارز کی کثرت تھی۔ خیال یہ ہے کہ پودے کھانے والے ڈائنوسارز اور گوشت خور ڈائنوسارس کی غذا تھے۔

Tyrannosaurus Rex 5.6 میٹر لمبا تھا۔ اس کو سب سے بڑے سائز والا گوشت خور ڈائنوسارز مانا جاتا ہے۔ یہ اپنا منہ بہت زیادہ کھول سکتا تھا اور جبڑے اور چاقو کی طرح تیز دانتوں سے اپنے شکار کو قابو کرتا تھا۔ یہ تقریباً 70 لاکھ سال پہلے موجود تھا۔ ڈائنوسارز نے لاکھوں سال دنیا پر حکومت کی۔ اس دوران بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ -hiosaurus

Brac بہت بڑا رینگنے والا جانور تھا۔ اس کی گردن بہت لمبی تھی جو کہ 13 میٹر کی اونچائی تک درختوں کے پتے کھالیتا تھا جیسا کہ آجکل زرافہ کھاتا ہے۔

ہاتھی کی طرح بہت سے ڈائنوسارز تیر سکتے تھے یا پانی میں چل سکتے تھے۔ لیکن ڈائنوسارز کو زیادہ تر زمین پر چلنے والے جانوروں میں شامل کیا جاتا ہے۔ تیرنے والے ڈائنوسارز کی شکل مچھلی کی طرح تھی، اُن کی دُم تھی اور انہیں Ichthyosaur کے ڈائنوسارز میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ مچھلیاں کھاتے تھے۔ ان کے fossils میں ان کے پیٹ میں مچھلیاں ملی ہیں۔ ڈائنوسارز کی چند قسمیں بڑی بڑی قبروں کی صورت میں ملی ہیں جہاں پر بہت سے ڈھانچے ایک ساتھ دفن تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروپ کی صورت میں بھی رہتے تھے اور اکٹھے ہی مرے۔ بعض اوقات ڈائنوسارز کا گروہ بڑوں اور بچوں کے ساتھ گیلی مٹی سے گزرا تو ان کے پاؤں کے نشانات وہاں پر محفوظ ہوگئے۔ پاؤں کے نمونے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ جانور بھاگنے والے تھے یا چلنے والے تھے۔

ڈائنوسارز انڈے دیتے تھے۔ ان کے انڈے دنیا کے مختلف حصوں سے ملے ہیں۔ Maiasaura مٹی میں 3 میٹر اندر تک جگہ بنا کر انڈے دیتا تھا ان کے انڈوں کی جگہ سے یا اُن کے گھونسلوں سے بچے اور انڈوں کے خول ملے ہیں۔ والدین کچھ عرصہ تک گھونسلوں میں بچوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

کچھ عرصہ قبل ڈائنوسارز کے بڑے بڑے جھنڈ فرانس اور سپین کے ساحلوں کے قریب ملے ہیں۔

یہ خدا تعالیٰ کی شان کے عجیب رنگ ہیں کہ کائنات کے راز اپنے اپنے رنگ میں اپنے صحیح وقت پر کھلتے جارہے ہیں۔ جیسے جیسے انسانی نشو و نما ہو رہی ہے ویسے اُن کی استطاعت کے مطابق اللہ کی پیاری ذات علوم کے خزانے آشکار فرمارہی ہے۔ وہ جب چاہے گا اس دنیا کی ابتدا کے راز بھی کھول دے گا۔ زندگی کی ابتدا بھی روشن فرمادے گا اور زمین پر سب سے پہلی مخلوق جو اُس نے پیدا فرمائی اس کے راز بھی انسان کو سمجھا دے گا۔ انسان کے لئے ایک عظیم الشان نشان راہ تحقیق اور جستجوئے علم ہے جو اُس نے حاصل کرنی ہے۔

ڈائنوسارز کے متعلق تحقیقات جاری ہیں۔ ہر روز نئے حقائق سامنے آرہے ہیں۔ ضلع چکوال کے پہاڑوں میں بھی ان کے ڈھانچے ملے ہیں ایک تو ڈائنوسارز کے بارہ میں معلومات مل رہی ہیں اور دوسرا جن چٹانوں سے یہ حاصل ہو رہے ہیں ان کی بناوٹ اُن کی عمر اُن کی ساخت اُن کے نیچے مدفون معدنی خزانوں کے بارے میں حیرت انگیز معلومات مل رہی ہیں۔ علوم کے سمندر انسانوں کے منتظر ہیں۔

☆☆☆

عربی حروفِ تہجی

ان دو صفحوں پر عربی حروفِ تہجی کے ساتھ ساتھ ایک ایک لفظ لکھا ہوا ہے۔ آپ ان الفاظ پر صحیح اعراب لگانے کی کوشش کریں۔ اگلے شمارے میں ان الفاظ کو اعراب کے ساتھ دیا جائے گا۔ جو واقفین نو صحیح اعراب لگا کر ان دو صفحوں کی تصویر

یکم جون 2020ء تک بذریعہ ای میل editorurdu@ismaelmagazine.org

پر ارسال کریں گے ان کے نام اگلے شمارہ میں شائع کئے جائیں گے۔ اپنے نام کے ساتھ اپنا حوالہ نمبر اور ملک کا نام بھی ضرور لکھیں۔

ش
شجرة

ص
صياد

ض
ضفدع

ط
طائر

ظ
ظرف

ع
عين

غ
غصن

ف
فراشة

ق
قلم

ك
كتاب

ل
ليمون

م
مصباح

ن
نحلة

هـ
هلال

و
ولد

ي
يد

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یو کے 2020ء

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یو کے)

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کے لئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان و انٹرویو) 15 اور 16 جولائی 2020ء کو انشاء اللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:

تعلیمی معیار

درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60٪ سے کم نمبر نہ ہوں۔

عمر

جی سی ایس ای (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہئے۔

میڈیکل سرٹیفیکیٹ

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے میڈیکل سرٹیفیکیٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونا چاہئے۔

تحریری ٹیسٹ و انٹرویو

درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کے لئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کے لئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہوگی، نامکمل درخواست پر کارروائی نہیں کی جائے گی:

۱۔ درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔

۲۔ درخواست دہندہ کی صحت کی بابت میڈیکل سرٹیفیکیٹ (بزبان انگریزی)۔

۳۔ جی سی ایس ای / اے لیولز کے سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔

۴۔ پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔

۵۔ درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

۶۔ درخواست دہندہ کے برتھ سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔

متفرق ہدایات

۱۔ درخواست میں کینڈیڈیٹ کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔

۲۔ مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 مئی 2020ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔

۳۔ جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:

JamiaAhmadiyyaUK
BranksomePlace
HindheadRoad
Haslemere
GU273PN
Tel: +44(0)1428647170
+44(0)1428647173
Mob:+44(0)7988461368
Fax:+44(0)1428647188

۴۔ رابطہ کے لئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

خلافت کی محبت صرف پاکستانی احمدیوں میں ہی نہیں بلکہ یہ عالمی محبت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ سنگاپور 2013ء

(مکرم عابد وحید خان صاحب کی ڈائریز میں سے صرف ایک مختصر انتخاب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ مکمل ڈائریز www.alislam.org/library/topics/diary پر موجود ہیں۔ آپ ان ڈائریز کو ضرور پڑھیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں۔

21 ستمبر 2013ء: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور آپ کا قافلہ لندن سے ساڑھے سات ہفتے کے دورہ پر روانہ ہوا۔

قبلہ کے رُخ کو چیک کرنا

جب حضور رہائشگاہ سے نیچے تشریف لائے تو آپ نے فوراً قبلہ کی سمت چیک کرنے کا فرمایا۔ میں نے اور کچھ اَور لوگوں نے اپنے موبائل فون کے ذریعے دیکھا تو محسوس ہوا کہ جو رُخ ہم دیکھ رہے تھے وہ اس سے مختلف تھا جس پر مقامی جماعت نے جائے نماز بچھائے ہوئے تھے۔ سوال کرنے پر مقامی جماعت نے اقرار کیا کہ ہم نے سمت کا اندازہ لگایا ہے باقاعدہ چیک نہیں کیا، بہر حال جائے نماز کا رُخ تبدیل کیا گیا اور پھر حضور نے نمازیں پڑھائیں۔

کھانے کے بارے میں حضور کی رہنمائی

نماز کے بعد حضور نے مبارک چوہدری صاحب مقامی سیکرٹری امور خارجہ سے فرمایا کہ قافلہ کے لئے کھانے کا انتظام کرنا بنیادی ضرورت میں سے تھا۔ یہ سننے پر مبارک صاحب نے عرض کی ”حضور آج رات ہم بہت مزیدار اور اچھے کھانے کا انتظام کریں گے۔“ اس موقع پر حضور نے نہایت خوبصورت جواب عنایت فرمایا:

”ہمیں کسی مہنگے اور شاہانہ کھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم دال روٹی میں ہی خوش ہیں۔ یہی مناسب اور کافی ہے۔ نکتہ یہ ہے قافلے کے کھانے کا انتظام ہونا چاہئے لیکن اس میں کسی غیر معمولی تکلف کی ضرورت نہیں۔ ہم بہت خوشی سے دال روٹی کھائیں گے۔“

حضور کا منشاء یہ تھا کہ کھانے کا انتظام ہونا چاہئے مگر حضور کو کسی بھی قسم کے شاہانہ انتظام کی ضرورت نہیں، صرف بنیادی کھانا ہو تا کہ کوئی بھوکا نہ رہے۔

سنگاپور میں ملاقاتیں

سری لنکا سے سفر کرکے آنے والے مہمان انیس احمد (عمر 38) نے ان رکاوٹوں کے بارے میں بتایا جنہیں عبور کرکے وہ حضور سے ملنے کے لئے آئے۔ انہوں نے کہا:

ہمیں جب سے علم ہوا کہ حضور سنگاپور تشریف لارہے ہیں، ہم نے سری لنکا سے اس سفر کی تیاری شروع کردی۔ میں اپریل سے پیسے جمع کررہا تھا تا کہ اپنی فیملی کے ساتھ آسکوں۔ یہ بہت مشکل تھا۔ میرا تین سالہ اور سات سالہ بچہ حضور کو دیکھنے کے لئے بہت بے چین تھے۔ میرے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ انہیں بھی اپنے ساتھ لاسکوں۔ چنانچہ میں کئی ہفتوں تک روتا رہا مگر خود آنے کے سوا کوئی چارا نہیں تھا۔ حضور سے ملاقات معجزانہ تھی، حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے پر ایک جان آجاتی ہے، آپ کا چہرہ

آسمان میں تارے کی مانند ہے۔ اللہ ہمیں ہمارے آخری سانس تک خلافت سے وابستہ رکھے۔

(عابد صاحب لکھتے ہیں) مجھے مسجد طٰہٰ کے صحن میں انیس صاحب سے ملاقات اچھی طرح یاد ہے، جب انہوں نے اس بات کو یاد کیا کہ کس طرح وہ اپنی فیملی کو نہیں لا سکے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہوگئی۔

خادم کا وقف

ایک صبح میں نے صدر خدام الاحمدیہ سنگاپور سے بات کی۔ وہ بہت مخلص اور نرم دل احمدی تھے۔ گو ان کی عمر 32 تھی مگر وہ چھوٹے یا کم از کم مجھ سے، باوجود اس کے کہ میں 30 سال کا ہوں، تو چھوٹے ہی لگ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے حضور کے دورہ کے لئے اپنی ملازمت چھوڑ دی۔ انہوں نے کہا کہ ملازمت چھوڑنے سے اب میں حضور کے دورہ کے لئے سارا وقت دے سکتا ہوں۔ مجھے ملازمت چھوڑنے کے لئے سوچنا نہیں پڑا۔ اس ہفتہ بطور صدر خدام الاحمدیہ، جماعت کی خدمت، حضور کی خدمت سے بڑھ کر کوئی اور کام نہیں، چاہے دنیا میں کتنی ہی تنخواہ کیوں نہ ملے۔ اگر میں بطور صدر خدام نمونہ قائم نہ کروں تو اور کون کام کرے گا؟ مجھے کسی دنیاوی نوکری کی ضرورت نہیں۔ مجھے صرف جماعت اور اپنے خلیفہ کی خدمت کرنی ہے۔

(عابد صاحب لکھتے ہیں) میں نے صرف ان کی مثال دی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اس ہفتہ ایسے کئی خدام سے ملا۔ چاہے وہ ملائیشیا یا فلپائن سے آئے ہوں یا مقامی یا دیگر جماعتوں سے آنے والے ہوں ان سب کا ایک جیسا جذبہ تھا۔ ان کے جذبہ کو دیکھ کر ایک بندے کو شرمندگی محسوس ہوتی ہے کہ ہمارا کمزور رویہ اور سستی، بلکہ کبھی کبھی ہم اس برکت کو عام لے لیتے ہیں۔

حضور کا انداز محبت

(ایک موقع پر عابد صاحب تحریر کرتے ہیں) میں فوراً یہ سوچتے ہوئے حضور کے دفتر میں گیا کہ کسی کام کے لئے یاد فرمایا ہو گا، لیکن جب میں حاضر ہوا تو حضور نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا۔ میں نے اس لئے بلایا ہے کہ پوچھوں سنگاپور میں ہفتہ کیسا رہا۔ یہ حضور کی شفقت و محبت کا ایک انداز تھا، اتنی مصروفیت کے باوجود حضور وقت نکال کر قافلہ کے ممبران کا خیال رکھتے اور یہ دیکھتے کہ ان کا تجربہ کیسا رہا۔ حضور نے فرمایا کہ گزشتہ روز 1500 احمدیوں سے ملاقات کی۔ میں نے عرض کی مجھے نہیں معلوم کہ حضور یہ کام 24 گھنٹوں میں کیسے کر لیتے ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر آپ حضور کے دن کے شیڈیول کو غور سے دیکھیں تو آپ کا اللہ پر مزید ایمان بڑھ جائے کیونکہ آپ کو اندازہ ہو گا کہ صرف وہی شخص جس کو خدا کی تائید و نصرت حاصل ہو ایسا بھرپور اور بے حد مصروف پروگرام بنا سکتا ہے۔

حضور نے استفسار فرمایا کہ مجھے مقامی احمدی کیسے لگے تو میں نے عرض کی کہ میں نے انہیں بہت نرم دل پایا۔ جواباً حضور نے فرمایا کہ احمدیت نے مقامی افراد کو نرم دل کر دیا ہے کیونکہ عام طور پر سنگاپور کے لوگ بہت سنجیدہ اور محتاط ہوتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ احمدیت نے انہیں بہت مخلص، محبت کرنے والا اور نرم دل بنا دیا ہے۔ حضور نے مجھے مزید فرمایا:

"تم میرے ساتھ 2008ء میں افریقہ کے دورہ پر بھی تھے، چنانچہ تم نے افریقن احمدی بھی دیکھے ہیں اور اب تم نے مشرقی وسطیٰ کے احمدی بھی دیکھ لئے ہیں اور تمہیں سمجھ آگئی ہو گی کہ خلافت کی محبت صرف پاکستانی احمدیوں میں ہی نہیں ہے بلکہ یہ عالمی محبت ہے۔"

میں نے عرض کی کہ حضور بالکل درست فرما رہے ہیں اور جہاں کہیں بھی میں گیا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ خلافت سے محبت بالکل اسی طرح ہے۔ حقیقت میں کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں میں اور بھی زیادہ ہے جنہیں احمدیت قبول کرنے کا موقع بعد میں ملا، یا دور کے ممالک سے تعلق رکھنے والے۔

خلیفۃ المسیح کی اپنی ذات سے عاری طبیعت

میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا تو میں نے عرض کی کہ حضور سنگاپور میں ایک ہفتہ سے تشریف فرما ہیں اور ایک دفعہ بھی شہر کے دیگر مقامات دیکھنے نہیں گئے۔

حضور نے جواباً فرمایا:

"میں روزانہ رہائش گاہ سے مسجد جاتا ہوں۔ یہ بہت ہے۔ میرے لئے شہر دیکھنے یا جگہیں دیکھنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ میں احمدیوں سے ملوں" ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ وقت کس حد تک بے لوث ہیں۔ اگر حضور اشارہ بھی کرتے کہ آپ سنگاپور کا کوئی حصہ دیکھنا چاہتے ہیں تو احمدیوں کے لئے یہ خوشی اور اعزاز کا موقع ہوتا، حضور اس بات کو فوقیت دیتے ہیں کہ مقامی احمدیوں سے ملیں، ان کے ساتھ وقت گزاریں، ان کی باتیں سنیں اور ان کی مشکلات دور فرمائیں، ان کے لئے دعا کریں اور ان کی رہنمائی فرمائیں۔ جماعت حضور کی زندگی ہے۔ احمدیوں کا خیال رکھنا اور ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنا حضور کی زندگی ہے۔

(راجہ برہان احمد۔ لندن۔ بشکریہ گلدستہ علم و ادب، لندن)

☆...☆...☆

مسجد بیت الاسلام کینیڈا میں واقفین نَو بچوں کی

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کے ساتھ کلاس

(منعقدہ 14/ اکتوبر 2016ء بروز جمعۃ المبارک)

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم صالح احمد نے کی اور اس کا اردو ترجمہ عزیزم نعمان احمد نے پیش کیا۔

بعد ازاں عزیزم عدنان احمد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا عربی متن پیش کیا اور اس کا درج ذیل اردو ترجمہ عزیزم شعیب کلیم نے پڑھا۔

[حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو بھائی تھے۔ جن میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہتے اور دوسرے کوئی پیشہ کرتے تھے۔ کاریگر بھائی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہو سکتا ہے کہ تمہیں اسی کے سبب رزق دیا جا رہا ہو۔]

(جامع ترمذی۔ کتاب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ)

اس کے بعد عزیزم مفلح احمد نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس پیش کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

انسان حیات طیّبہ کا وارث نہیں ہو سکتا جب تک کہ وقف کی روح پیدا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے تا کہ وہ حیات طیبہ کا وارث ہو۔ ایک نیستی اور تذلّل کا لباس پہن کر آستانہ الوہیت پر گرے اور اپنی جان، مال، آبرو غرض جو کچھ اس کے پاس ہے خدا ہی کے لئے وقف کر دے اور دنیا اور اس کی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 364)

بعد ازاں عزیزم رامش احمد نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا منظوم کلام ۔

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہو

خوش الحانی سے پڑھا۔

واقفین نَو بچوں کے ساتھ مجلس سوال و جواب

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے بچوں نے سوالات کئے۔

☆...ایک نوجوان واقف نَو نے سوال کیا کہ ایک احمدی وقفِ نَو بچہ جماعت کا کس طرح مفید وجود بن سکتا ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: وقفِ نَو کا مطلب ہے کہ تمہارے والدین نے تمہاری پیدائش سے پہلے تمہیں وقف کیا تھا۔ جب تم پیدا

ہوئے تو اس سے پہلے ہی تمہاری والدہ نے یہ دعا کی تھی کہ جو بھی پیدا ہونے والا ہے اس کو میں دین کی خدمت کے لئے پیش کرتی ہوں۔ دین کی خدمت کس طرح ہو سکتی ہے؟ دین کی خدمت تب ہی ہوتی ہے جب دین جانتے ہو۔ اور دین کیا ہے؟ ہم کون ہیں؟ مسلمان ہیں؟ ایک مسلمان کے لئے دین کی گائیڈ لائین کہاں سے ملتی ہے؟ قرآن مجید سے ملتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وقفِ نَو کو یہ پتہ ہونا چاہئے کہ ایک خدا ہے جو سب طاقتوں کا مالک ہے اور جس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ میری عبادت کرو۔ تو ایک نوجوان وقفِ نَو بچے کو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نمازیں پڑھو۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ پھر اس کے بعد نمازیں ہیں۔ نمازوں کا حق ادا کرو۔ پھر اگر نفل پڑھ سکو تو زائد عبادتیں بھی کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی محبت بھی عطا کرے اور اس کے حکموں پر چلنے کی توفیق بھی دے۔ اللہ کے حکموں پر چلنا کیا ہے؟ قرآن کریم ہمارے لئے رہنما ہے۔ اور اس میں بہت سارے حکم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ تمہیں ایک ایسی زندگی بسر کرنی چاہئے کہ تمہیں لوگوں کی خدمت کرنی چاہئے۔ جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ انصاف پر قائم رہنا چاہئے۔ اور انصاف ایسا کہ پھر اگر تمہیں گواہی دینی پڑے تو کوئی پرواہ نہیں کرنی۔ اگر تمہیں کہا جائے کہ تمہارے بھائی یا کوئی اور قریبی کے خلاف شکایت ہے کہ اس نے فلاں غلط کام کیا تھا تو تم بھی وہاں موجود تھے تو بتاؤ کہ کیا واقعی کیا تھا۔ تم اس سے ڈر کر یا اس لئے کہ وہ میرا رشتہ دار ہے یہ کہہ دو کہ مجھے نہیں پتہ، تو یہ غلط ہے۔ اگر تم اس کی بات کو خود پھیلاؤ تو یہ صحیح نہیں۔ لیکن اگر تمہیں گواہی کے لئے بلایا جائے تو بتاؤ کہ سچ کیا ہے۔ بہت سارے اور حکم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیئے ہیں۔ یہ سوچو کہ وقفِ نو صرف ٹائٹل نہیں ہے، دین کی خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے۔ تم جو پڑھائی کرتے ہو اگر جماعت کو ضرورت ہو گی تو تمہیں جماعت کہے گی کہ ٹھیک ہے تم آجاؤ اور باقاعدہ وقف میں شامل ہو کر جماعت کا کام کرو۔ اور اگر فوری طور پر ضرورت نہیں ہے تو

کہیں گے کہ فی الحال تم اپنا کام کرو لیکن اس صورت میں بھی ایک وقفِ نو جو ہے اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کی سب سے بڑی اوّلیت یہی ہے کہ اس نے دین کا خادم بننا ہے۔ اس کے لئے جہاں بھی ہے اس نے اپنا نمونہ قائم کرنا ہے۔ جس قسم کا کام بھی کر رہا ہے، اس نے اپنی دینی تعلیم کے مطابق عمل کرنا ہے۔

☆...اس کے بعد ایک واقف نَو خادم نے سوال کیا: عشاء کی نماز میں اگر تین رکعت چھوٹ جائیں تو وہ تین رکعت پڑھنے کے دو طریق ہیں۔ ایک یہ کہ سب سے پہلی رکعت میں کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری میں بیٹھتے ہیں اور تیسری میں سلام کرتے ہیں۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: سوال بھی کر رہے ہو اور جواب بھی دے رہے ہو۔ اگر تمہاری تین رکعتیں چھوٹ جائیں تو پہلی رکعت میں تم کھڑے ہو۔ سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھو۔ اور پھر بیٹھ جاؤ۔ پہلی رکعت میں ہی بیٹھ جاؤ۔ اور پھر کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھو۔ اور پھر سلام پھیرو۔

☆...ایک نوجوان نے سوال کیا کہ مستقبل میں احمدی جب وزیرِ اعظم بن جائیں گے تو اس وقت خلافت کا سیاست میں کتنا اثر ہو گا؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: مختلف قومیں جو دین میں شامل ہوں گی۔ کوئی افریقن ہو گا، کوئی یورپین، کوئی ایشین۔ یا مختلف ملکوں میں ہوں گے۔ جہاں تک ان کے حکومت کے معاملات کا تعلق ہے وہ اپنی حکومت کے کام چلائیں گے۔ جہاں دین کی گائیڈنس لینے کی ضرورت ہو گی، وہ خلافت سے اپنی گائیڈنس لیں گے۔ اس کے لئے بھی قرآن کریم نے حکم دیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ ایسا ہو گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکومتوں کے بارہ میں بھی ہمیں گائیڈ لائین دے دی کہ انصاف سے چلاؤ۔ اپنی امانتوں کا حق ادا کرو۔ اگر کوئی بھی ایک حکومت دوسری حکومت پر ظلم کرتی ہے، ایک احمدی حکومت دوسری ہمسایہ حکومت پر حملہ کر دیتی ہے۔ کہتی ہے کہ میں نے خلیفہ وقت کی بھی بات نہیں ماننی۔ اس وقت باقی جو مسلمان حکومتیں اس کے ارد گرد ہیں، وہ اکٹھی ہو کر ظلم کو روکنے کی کوشش کریں گی۔ پھر اگر وہ رک جائے تو کوئی بے انصافی نہیں ہو گی۔ ایک حد تک روحانی گائیڈ لائین انہیں خلافت سے ملے گی۔ کچھ حد تک ان حکومتوں کو قرآن کریم کے حکموں کے تحت ہی خلیفہ وقت کی بات ماننی ہو گی اور اکٹھے ہو کر ظلم کو روکنا ہو گا تا کہ اس ملک کو سزا ملے جو ظلم پر آمادہ ہے۔

☆...ایک نوجوان نے سوال کیا کہ غیر احمدی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کی 50 جلدیں لکھنے کا وعدہ کیا تھا مگر پانچ جلدیں لکھیں۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا جواب دے دیا ہے کہ جب پہلی چار جلدیں لکھی تھیں، تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ تواتر سے آپ کو کہنا شروع کر دیا کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ پھر آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی پا کر موقع کے لحاظ سے مختلف کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ اس کے بعد پھر موقع کے لحاظ سے غیروں سے مباحثے شروع ہو گئے۔ پھر ان مباحثات کے مطابق کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ تراسی چوراسی کتابیں لکھیں۔ عربی میں بھی لکھیں، اردو میں بھی لکھیں۔ "براہین احمدیہ" کی جو چار کتابیں لکھی تھیں وہ 1881ء سے لے کر تین چار سالوں میں لکھیں تھیں۔ آپؑ نے مزید لکھنے کا وعدہ اُس وقت کیا تھا جب آپؑ نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام نہیں دیا تھا۔ جب مسیح و مہدی کا مقام اللہ نے آپ کو دے دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی راہنمائی کی کہ فلاں Contemporary Issues پر لکھیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے خیال میں جو میں نے باتیں لکھنی تھیں، وہ ان چار میں آ گئی ہیں۔ پھر پانچویں جلد جو لکھی، وہ 1905ء میں تحریر فرمائی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو مضمون میں نے بیان کیے ہیں وہ اتنے بھاری ہیں کہ ایک مضمون میرے خیال میں دس جلدوں کے برابر ہیں۔ تو اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مضمون کے لحاظ سے پانچ ہی پچاس کے برابر ہو گئی ہیں۔ اصل مقصد یہ تھا کہ عیسائیت کے خلاف اسلام کا دِفاع کیا جاتا۔ وہ آپؑ نے اپنے تمام لٹریچر میں کر دیا۔ جو کہنا چاہتے تھے وہ کہہ دیا۔ پچاس کیا، اس کی جگہ پچاسی لکھ دیں۔ اسلام کے دِفاع میں جو لکھا جانا چاہئے تھا وہ آپؑ نے تحریر کیا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ پانچ تھیں یا پچاس۔ سوال یہ ہے کہ ساری لکھ دیں اور اسی میں سارا کچھ سمویا گیا۔

☆...ایک نوجوان نے سوال کیا کہ نماز پڑھتے وقت کبھی کبھی توجہ ہٹ جاتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اگر تمہاری توجہ کبھی کبھی ہٹتی ہے تو تم بڑے نیک آدمی ہو۔ ماشاء اللہ۔ اس میں کوئی بات نہیں۔ لیکن ہر دفعہ یہ نہیں کہ تم نماز کے لئے کھڑے ہو اور تمہیں یاد آ جائے کہ ٹی وی پر فلاں پروگرام آنا ہے جو میں نے جا کر دیکھنا ہے اور پچھلی قسط کہاں ختم ہوئی تھی۔ یا کمپیوٹر پر فلاں کام کرنا ہے یا کوئی اور فضول خیالات آتے ہیں۔ تو یہ ٹھیک نہیں ہیں۔ لیکن اگر کبھی خیال آ جاتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

اس کے حل کا یہ طریق بتایا ہے کہ نماز کے دوران جہاں سے کبھی تمہیں خیال آتا ہے، پھر تمہیں خیال آجائے کہ یہ مجھے غلط خیال آیا ہے۔ تو تم پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، پڑھو۔ اگر تم نے نیت باندھی ہوئی ہے اور تم رکوع میں نہیں گئے تو پھر دوبارہ اسی جگہ سے شروع کرو۔ بار بار اس دعا کو پڑھو اور اگر رکوع میں چلے گئے ہو تو توجہ کرو، استغفار کرکے اس خیال سے بچنے کی کوشش کرو۔ خیالات آجاتے ہیں۔ لیکن یہی جنگ ہے۔ نماز قائم کرنے کا حکم قرآن کریم میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ نماز قائم کرنے کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے بار بار خیالات آجاتے ہیں۔ تو جب بھی خیال آئے، ان خیالات کو چھوڑ کر نماز کی طرف توجہ کرو، یہ بھی نماز کو قائم کرنا ہے۔ کوشش کرو، آہستہ آہستہ جب انسان کوشش کرتا ہے تو عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر خیالات نہیں بھٹکتے۔

☆...ایک نوجوان واقف نو نے سوال کیا کہ جب آپ گھانا گئے تھے تو آپ کو کیا مشکلات پیش آئی تھیں، سننے میں آیا ہے کہ وہاں پانی بھی بعض اوقات میسر نہیں ہوتا اور وہاں پر کتنے احمدی ہوگئے ہیں اب تک؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: میں تو وقف کرکے گیا تھا۔ مشکلات کیسی۔ مجھے تو کبھی احساس بھی نہیں ہوا کہ کچھ مشکل ہے۔ مشکل تو وہ ہوتی ہے کہ جب پیش آئے تو انسان سوچے کہ یہ مشکل ہے۔ پانی اگر نہیں تھا تو میں اپنی گاڑی پر ڈرم رکھ کر لے جاتا تھا اور کسی گندے تالاب سے ڈرم بھر کر لے آتا تھا اور گھر آکر صاف کرلیتا تھا۔ یا بعض دفعہ وہاں کام کرنے والے مل جاتے تھے، وہ خود ہی پانی ڈال جاتے تھے۔ تو یہ چھوٹی موٹی چیزیں وقف کے سامنے آتی ہیں۔ اس کو مشکل نہیں کہتے، اس کے لئے تیار ہو کر جانا چاہئے۔ جب زندگی وقف کی ہو تو پھر یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ یہ میرے لئے مشکل ہے۔

غانا میں میرا اندازہ ہے کہ کوئی ایک ملین سے زیادہ ہی ہوں گے۔ جب میں 80ء کی دہائی میں وہاں تھا تب جلسوں پر بھی حاضری بہت نہیں ہوتی تھی۔ آٹھ دس ہزار ہوتی تھی۔ لیکن 1981ء میں حکومت کی طرف سے جو مردم شماری ہوئی تھی، جن لوگوں نے اپنے آپ کو احمدی لکھوایا تھا ان کی تعداد بھی تین لاکھ سے زیادہ تھی۔ جب اس وقت تین لاکھ تھی تو اب تو بہت زیادہ بیعتیں ہوگئی ہیں۔ میں بہت محتاط اندازہ لگا رہا ہوں۔ شاید اس سے زیادہ ہی ہوں۔ اب تو ہر سال احمدی ہوتے ہیں اور ہزاروں میں ہوتے ہیں۔ کچھ بیعتیں ہوئی تھیں، آج سے پندرہ سولہ سال پہلے لیکن کیونکہ وہ دوردراز علاقوں میں تھیں تو ان سے رابطہ نہیں رہا۔ بعض مولوی نے ان کو ڈرا کر بھگا دیا۔ لیکن جب میری 2003ء میں خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد مربیان سے میٹنگ ہوئی تھی۔ میں نے ان سے یہی کہا تھا کہ افریقہ میں جو بیعتیں ہوئی ہیں، ان سے رابطہ کیا جائے۔ ان کو واپس لے کر آئیں۔ جو نہیں ہیں ان کو تبلیغ کرکے بتائیں۔ اب ہم چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی بیعتیں کرواتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ وہاں مسجد بن جائے تاکہ ان کا رابطہ جماعت سے رہے۔ بعض دوردراز علاقے ہیں جہاں جانے کا کوئی طریق نہیں ہے۔ صرف جنگلوں میں ایک سائیکل کا راستہ بنا ہوا ہے۔ جس میں ایک آدمی جاسکتا ہے۔ وہاں کوئی گاڑی بھی نہیں جاسکتی۔ مجھے یاد ہے جب میں شمالی علاقہ میں تھا ہمارا سکول وہاں تھا لیکن کوئی احمدی وہاں نہیں تھا۔ میں بس اکیلا احمدی تھا۔ پھر آہستہ آہستہ ایک لڑکا سکول میں آیا۔ پھر دو تین احمدی ہوگئے۔ پھر لوکل مشنری کو رکھا۔ پھر میرے بیوی بچے آگئے۔ جب میں نے پہلی عید پڑھی تھی، وہاں ہم تین آدمی تھے۔ لیکن کیتھولک چرچ بڑا خوبصورت تھا۔ میرے گھر میں تو مٹی کے تیل سے لیمپ جلتا تھا۔ بجلی بھی نہیں تھی۔ ان کے ہاں جنریٹر چل رہے ہوتے تھے۔ موٹر سائیکل حتّٰی کہ ہر چیز ان کو مہیا تھی۔ ہم نے اگر پھرنا ہوتا تھا تو سائیکل پر پھرتے تھے۔ میں نے دیکھا تھا کہ پادری موٹر سائیکل پر دوردراز علاقے میں پہنچ جاتے تھے۔ کیونکہ شمال میں اکثر مشرک لوگ رہتے ہیں۔ ٹریڈیشنل (Traditional) قبیلہ کے لوگ ہیں۔ ہمارے تو پہلے یہ حالات تھے لیکن اب اللہ کے فضل سے وہاں جماعت بن چکی ہے۔ اس علاقہ میں جہاں مشرک لوگ تھے وہ اسلام کے بہت مخالف تھے لیکن اب ان کے بڑے بڑے امام بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اللہ کے فضل سے مسجدیں بھی بڑی بڑی ہیں۔ ایک ٹمالے شہر تھا میری رہائش سے ستّر میل دور کے فاصلہ پر تھا، وہاں چھوٹی سی مسجد ہوتی تھی۔ جس میں میرے خیال سے زیادہ سے زیادہ سو لوگ نماز پڑھ سکتے تھے۔ اب وہ ڈبل سٹوری مسجد ہے۔ اس مسجد کے دو ہال ہیں جو یہاں کی اِس مسجد کے ہال سے بڑے ہیں۔ تو جماعت ترقی کررہی ہے تو بڑی بڑی مسجدیں بن رہی ہیں۔ لوگ آتے ہیں اور مسجدیں بھر جاتی ہیں۔ کئی کئی گاؤں وہاں پر بعد میں احمدی ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل سے جماعت بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔

☆...ایک واقف نو طالب علم نے سوال کیا کہ بعض لوگ پڑھنے کے بعد اور اچھی نوکری ملنے کے بعد اپنے والدین کی امداد کرتے ہیں مگر جو جامعہ میں پڑھتے ہیں وہ اپنے والدین کی مدد کیسے کریں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: بات یہ ہے کہ ماں باپ نے اگر وقف

اس لئے کیا تھا کہ وقفِ نو کا ٹائٹل مل جائے، بس یہ کافی ہے۔ لیکن اگر وقف حضرت مریمؑ کی والدہ کی طرح کیا تھا کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے مَیں اسے وقف کرتی ہوں، دین کی خاطر دیتی ہوں۔ انہوں نے یہ غرض نہیں رکھی تھی کہ دنیا کمائے گا، بلکہ دین کمائے گا۔ جو دین کمانے والے ہوتے ہیں۔ اگر وقفِ نو ہو تو یہ دیکھنا ہو گا کہ تمہیں وقف کرنا ہو گا تو پھر دنیا کو بھول جاؤ۔ پھر یہ بھول جاؤ کہ والدین کی مدد کرنی ہے۔ والدین کی مدد دوسرے بچے کر لیں۔ اگر کسی کے والدین اتنے غریب ہیں یا ایسی حالت میں ہیں کہ اور کوئی بچے بھی نہیں کہ ان کی مدد کریں تو پھر وقفِ نو جماعت کو لکھ کر اپنے آپ کو وقف سے فارغ کر لیں اور پھر دنیا کمائے۔ اصل وقفِ نو وہی ہے جو جماعت کی خدمت کر رہا ہے اور اسے پیسے کا کوئی لالچ نہیں ہے۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ پیسے آتے ہیں یا نہیں آتے۔ اور وہ وہی لوگ ہیں جو وقفِ زندگی کر کے یا مربی بن کر یا مبلغ بن کر جامعہ میں پڑھ کر دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو ایم ایس سی کر کے، پی ایچ ڈی کر کے وقف کرتے ہیں۔ سکول کے ٹیچر لگے ہوئے ہیں۔ یا کوئی اور جماعت کا کام کر رہے ہیں۔ قادیان میں ہمارے بعض انجینئر ہیں، ربوہ میں بھی ہیں اور پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ ڈاکٹر ہیں، بہت تھوڑے پیسے لیتے ہیں۔ پاکستان میں بعض ڈاکٹر ہیں، ہو سکتا ہے کہ اگر وہ باہر اپنی سروس کر رہے ہوں تو روز کے دو تین لاکھ روپے کمائیں۔ جبکہ یہ ڈاکٹر جماعت کا کام کر رہا ہوتا ہے تو اسے مہینہ کے بعد چند ہزار روپے ملتے ہیں۔ وقف کا مطلب یہ ہے کہ دین کی خدمت کرنی ہے، دنیا کو نہیں دیکھنا۔ اس لئے مدد کا تو سوال ہی نہیں۔ ہاں، اگر مدد کرنی ہے، ایسے حالات ہیں تو جماعت ظالم نہیں ہے، نہ خلیفہ وقت کوئی ظلم کرتا ہے، اس لئے اس شخص کو کہے گا، ٹھیک ہے، حالات ایسے ہیں تو تم اپنے ماں باپ کی خدمت کرو۔ وقف سے تم فارغ ہو۔ وقفِ نو یا واقفِ زندگی دنیا نہیں دیکھتا بلکہ دین دیکھتا ہے۔ عہد کرتے ہو "میں دین کو دنیا پر مقدم کرتا رہوں گا"۔ تو اس کا کیا مطلب ہے، مقدم رکھنا کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ بس دین کو دیکھا جائے اور یہ نہ سوچا جائے کہ پیسے آتے ہیں یا نہیں۔ اللہ کے فضل سے ابھی تو جماعت کے حالات بڑے اچھے ہیں۔ مبلغین اور مربیان کو الاؤنس ملتا ہے۔ مہینے کا گزارہ بھی ہو جاتا ہے۔ جو پرانے ہمارے مبلغین گئے تھے وہ تو اس طرح رہتے تھے کہ بعض پرانے مبلغین نے مجھے بتایا ہوا ہے کہ وہ بریڈ خریدتے تھے اور ایک دو ٹکڑے پانی کے ساتھ کھا لیتے تھے کیونکہ سالن نہیں ہوتا تھا۔ یہی ان کا کھانا ہوتا تھا۔ تو یہ وقف ہے۔ کیتھلک پادریوں کا میں نے بتایا تھا کہ ایک پادری سے میں نے پوچھا کہ تم وہاں جا کر کیا کرتے ہو۔ وہاں ایک قبیلہ تھا جس کی دس ہزار آبادی تھی اور وہ اپنی زبان بولتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم بائبل کا ترجمہ کرنا چاہتے ہیں تو میں وہاں جاتا ہوں، انہی لوگوں میں رہتا ہوں اور جو وہ کھاتے ہیں وہی کھاتا ہوں۔ زمین پر سو جاتا ہوں تاکہ ہم ان کی زبان سیکھ کر بائبل کا ترجمہ کریں۔ تو یہ واقفِ زندگی کی روح ہونی چاہئے۔ پیسہ کمانا واقفِ زندگی کی روح نہیں ہے۔

☆...ایک نوجوان نے سوال کیا کہ حضور آپ نے تمام دنیا گھومی ہوئی ہے، آپ کو کونسی جگہ سب سے زیادہ پسند ہے؟

حضور انور نے فرمایا: دنیا کی ہر جگہ اچھی ہے۔ یورپ میں بہت خوبصورتی ہے۔ اور سبزہ وہاں زیادہ ہے۔ یہاں بھی ویسٹ کوسٹ کا علاقہ کیلگری وغیرہ بہت خوبصورت ہے۔ لیکن یہاں ٹورانٹو کا جو علاقہ ہے، نیاگرا فالز کے علاوہ کوئی خوبصورت چیز مجھے قدرتی خوبصورتی کے لحاظ سے نظر نہیں آئی۔ ویسے لوگ بڑے اچھے ہیں۔ بڑے خوبصورت ہیں۔ ویسٹ افریقہ کا جو کوسٹل علاقہ ہے یا ایسٹ افریقہ کا علاقہ، وہاں بہت خوبصورتی ہے۔

☆...ایک بچے نے سوال کیا آج کل سکول میں سب پارٹی کرتے ہیں۔ مجھ سے جب کوئی پوچھے کہ تم کیوں نہیں کرتے، تو میرا جواب کیا ہونا چاہئے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: کس نے کہا ہے کہ نہ کرو۔ برتھ ڈے (Birthday) پارٹیز منع کی ہوئی ہیں، ان کے علاوہ اپنے دوستوں کو بلاؤ، دعوت ان کی کرو۔ برتھ ڈے ہم نہیں مناتے۔ ہمارا طریقہ منانے کا الگ ہے جو میں کئی مرتبہ بتا چکا ہوں۔ تم اپنے دوستوں کو بلانے کی بجائے، کیک کاٹنے اور وقت ضائع کرنے اور پیسے لگانے اور مغرب عشاء کی نماز بھی چھوڑ دینے سے بہتر ہے کہ کسی صدقہ میں پیسے دو۔ Save the Children Charity ہے، اور دوسری Charity بھی ہے جو یتامیٰ کو پالتے ہیں، دوسرے بچوں کو تعلیم دلاتے ہیں۔ دو نفل پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں توفیق دی۔ وقفِ نو کو تو خاص طور پر یہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق دی کہ میرا ایک سال اچھا گزر گیا۔ آئندہ بھی اللہ گزارے اور مجھے نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس طرح سے اپنی برتھ ڈے مناؤ۔ تم کہو کہ ہم اس طرح مناتے ہیں۔ ہاں ایک دوسرے کی دعوت کرنی چاہئے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعوتیں کرو اور دعوتیں قبول کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔ یہ نہیں کہ اپنے آپ کو

دنیا سے الگ تھلگ کر لو۔ ہم نے اپنے آپ کو الگ نہیں کرنا۔ دنیا میں رہنا ہے لیکن اپنے دین کی خوبیاں بتا کر رہنا ہے۔ دوستی بڑھاؤ گے تو تبھی تمہاری کوئی بات سنے گا۔ تبھی تم تبلیغ کر سکو گے۔

☆...ایک نوجوان نے سوال کیا کہ دہریہ یہ سوال کرتا ہے کہ عورت کبھی خلیفہ کیوں نہیں بنتی، اس سے لگتا ہے کہ مذہب میں مردوں کی طاقت ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: یہ دہریہ کا سوال تو نہیں ہے۔ اگر عورت خلیفہ بن جائے گی تو کیا وہ خدا کو مان لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ عورت کیوں نہیں بن سکتی؟ یہ بھی تو سوال ہے کہ عورت نبی کیوں نہیں بن سکتی؟ یہ سوچ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین کے اصول مقرر کئے ہیں، ان میں سے یہ ہے کہ انبیاء ہمیشہ مردوں میں سے آتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء کے نائبین ہوتے ہیں جو خلفاء ہوتے ہیں وہ بھی مردوں میں سے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا قانون چل رہا ہے۔ دوسرا عورتوں کے بعض دن ایسے ہوتے ہیں، اسلام کے مطابق جن میں انہیں نماز پڑھنے سے رخصت ہے۔ قرآن کریم پڑھنے سے رخصت ہے۔ تو کیا ان دنوں میں وہ دینی کاموں سے رک جائیں گے۔ عورت کہے گی کہ آج تو مجھ پر پابندیاں ہیں۔ نہ میں تم کو کوئی دعا سکھا سکتی ہوں۔ نہ نماز پڑھا سکتی ہوں، نہ قرآن کریم کی کوئی بات سکھا سکتی ہوں۔ یہ سسٹم تو چل نہیں سکتا۔ ایک سہولت عورت کو دی ہوئی ہے، اس کی مجبوری کی وجہ سے۔ باقی جو نیکی کے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں مردوں اور عورتوں کو برابر کا ثواب دیا ہے۔ مرد کو تیس دن پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہے، عورت تیئس یا پچیس دن نمازیں پڑھ لے تو اسے مرد جتنا ثواب ہے۔ یہ تو عورتوں کے حق میں بات جاتی ہے۔ اسی طرح اَور بہت ساری باتیں ہیں۔ عورتوں کو اللہ نے نہیں کہا کہ تم جہاد کرو، اگر کہیں لڑنا پڑے، کہیں جہاد پر جانا پڑے، اسلام کی دفاعی جنگیں ہوئیں لیکن جب ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مرد جہاد پر جاتے ہیں تو اس کا ثواب بھی بڑا ہے تو کیا ہمیں بھی ثواب ہو گا کہ ہم گھروں میں رہتی ہیں اور بچوں کو سنبھالتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔ جو ڈویژن آف لیبر (of Labour Divison) اسلام میں ہے، اس میں مردوں کو خاص اور عورتوں کو خاص کام دیئے گئے ہیں۔ دونوں کو ثواب ایک جتنا دیا گیا ہے۔ یہ اصول تو ہر جگہ مقرر ہیں۔ دنیا کے اصولوں میں بھی مقرر ہیں۔ اسلام نے اگر کام کو تقسیم کر دیا تو اس پر ان کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ صرف اعتراض کی باتیں ہیں۔ باقی دہریہ تو مذہب پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مذہب کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہر ایک بات کا اصول ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں میں نے ایک تقریر میں بھی ذکر کیا تھا۔ جو بھی پڑھانے والے ہیں اور دنیا کے لوگ ہیں وہ مانتے ہیں کہ جب تک مذہب نہیں آیا تھا، اخلاق بھی نہیں آئے تھے۔ مذہب نے آکر اخلاق دیئے۔ ان فلاسفر یا دہریوں نے اگر کوئی اخلاق لئے ہیں تو انہیں سے لئے ہیں۔ جب غیر مہذب لوگ تھے، جنگلوں میں یا غاروں میں لوگ رہتے تھے۔ اس وقت کیا اخلاق تھے، جانوروں کی طرح رہتے تھے۔ بلکہ یہ لوگ فلمیں بھی بناتے ہیں کہ جانوروں والی حرکتیں کر رہے ہیں۔ یہ اخلاق مذہب نے سکھائے ہیں۔ مذہب پر اعتراض اب اس لئے کرتے ہیں کہ پابند نہیں رہنا چاہتے۔ یہ مذہب کو جانتے ہی نہیں، اس کو دیکھا اور سمجھا ہی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کسی چیز کا علم نہ ہونا اور اس کو نہ دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس چیز کا وجود ہی نہیں ہے۔ پاکستان میں ایک گاؤں یا قصبہ ہے، منڈی بہاؤالدین، اگر کسی کینیڈین نے نہیں دیکھا تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ نہیں ہے۔ اگر وہ کہے کہ اس شہر کو نقشے میں ایسے ہی ڈال دیا ہے۔ تو اسے لوگ پاگل ہی کہیں گے۔ اسی طرح جس نے مذہب سے تعلق ہی پیدا نہیں کیا، کچھ دیکھا اور سیکھا ہی نہیں اس کو پتہ ہی نہیں کہ مذہب کیا چیز ہے، اس کو پتہ ہی نہیں کہ اللہ کیا چیز ہے۔ اور اس کے لئے اس نے کبھی کوئی کوشش ہی نہیں کی۔ اس کا اعتراض کر دینا کہ کوئی خدا ہے ہی نہیں۔ بیوقوفی کی باتیں ہیں۔ "ہمارا خدا" جو کتاب ہے، آپ نے پڑھی ہے؟ انگریزی میں اس کا نام Our God ہے۔ اسے ضرور پڑھو۔ ہر وقفِ نو کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے کیونکہ آج کل دہریت کا زور ہے۔ پھر یہ جو اعتراض کرنے والے ہیں۔ ان کو اگر دلیل سے جواب دو، تو بات نہیں کرتے۔ Richard Dawkins جو مشہور دہریہ ہے۔ ہمیشہ خدا پر اعتراض کرتا رہتا ہے۔ اسے میں نے تفسیر کبیر کا انگریزی کا سیٹ اور خلیفہ رابعؒ کی کتاب Revelation and Rationality بھجوائی اور کہا کہ یہ پڑھ کر بتاؤ کہ خدا ہے کہ نہیں۔ تو اس کا جواب یہ تھا کہ مجھے کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں نہیں مانتا۔ پھر حضور انور نے فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہمیں کہتے ہیں کہ ان کی کتابیں پڑھیں اور جب ہم کہتے ہیں کہ ہماری کتابیں پڑھو تو کہتے ہیں کہ ہمیں ضرورت نہیں۔ میں نے یہ تمام کتابیں امام عطاء المجیب راشد صاحب کے ذریعہ بھیجی تھیں۔

☆...ایک نوجوان نے سوال کیا کہ کیا آپ کینیڈا جماعت سے خوش ہیں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: ناراضگی کی کوئی وجہ ہے؟ اگر خوش نہیں

باقی صفحہ 11 پر ملاحظہ فرمائیں

تبرکات

مذہب اور سائنس

(حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی نے 3/مارچ 1927ء کو زیر صدارت جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، اسلامیہ کالج کی سائنس یونین کی درخواست پر حبیبیہ ہال لاہور میں ''مذہب اور سائنس'' پر لیکچر دیا۔)

تشہد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جیسا کہ اشتہار میں شائع کیا گیا ہے اس مجلس میں مَیں مذہب اور سائنس کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ بادی النظر میں اس مضمون پر بحث کے لئے ایک ایسے آدمی کا کھڑا ہونا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو ان دونوں علوم کے متعلق کامل واقفیت رکھتا ہو۔ مَیں عمر کے بیشتر حصہ کو اور اوقات میں سے اکثر وقت کو مذہب کی تحقیق میں صرف کرتا ہوں اور میرے لئے سائنس کے متعلق باریک مطالعہ کے لئے ایسی فرصت کا ملنا ناممکن ہے جو کسی فن کا ماہر ہونے کے لئے ضروری ہے۔ مگر اس امر کے باوجود جو بحث کرنی ہے وہ چونکہ اصول کے متعلق ہے اس لئے میں نے اس مضمون پر لیکچر دینا منظور کر لیا ہے۔

مذہب اور سائنس کا تصادم

مذہب اور سائنس کا مقابلہ بہت پرانا چلا آتا ہے۔ ترقیٔ انسانی کے مختلف دوروں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقابلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ سائنس کے ماہروں کو جادوگر کہا گیا، ان پر سختی کی گئی، بعضوں کو جلایا گیا اور طرح طرح کے ظلم اُن پر مذہب کے حامیوں کی طرف سے کئے گئے۔ اسی طرح مذاہب کے بانیوں کو سائنس دان اور فلسفی مجنون کہتے چلے آئے۔ ان کو ہمیشہ مرگی، ہسٹیریا اور مالیخولیا کے مریض تصور کرتے رہے۔ چنانچہ سائنس کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر مذہبی لوگوں کے مظالم بخوبی روشن ہیں اور مذہب کی تاریخ کو جاننے والوں کو فلسفیوں کے یہ ناموزوں القاب خوب معلوم ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ مقابلہ کیوں ہے اور یہ تصادم کس وجہ سے ہے؟ آیا کوئی معقول وجہ اس بات کی ہے کہ سائنس مذہب سے ٹکرائے۔ کیا مذہب واقعی سائنس کے خلاف تعلیم دیتا ہے؟ اس بات کے فیصلہ کی آسان صورت کہ آیا ان دونوں میں حقیقی تصادم ہے یا نہیں یہ ہے کہ دونوں کی تعریف بتا دی جائے۔ یعنی مذہب کسے کہتے ہیں اور سائنس کس چیز کا نام ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ ان دونوں کا نقطہ نگاہ ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر الفاظ کی غلطی سے ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ اور محض لفظی نزاع سے لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ مولانا روم اپنی مثنوی میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ چار شخص اکٹھے جا رہے تھے۔ انہوں نے مل کر مزدوری کی جس کے عوض میں انہیں کچھ پیسے ملے۔ اس پر انہوں نے مشورہ کیا کہ ان پیسوں سے کیا چیز خرید کر کھائی جائے۔ ایک نے کہا۔ ہم تو منقہ خریدیں گے۔ دوسرے نے کہا نہیں ہم تو عِنَب لیں گے۔ تیسرا بولا ہمیں تو انگور بہت پسند ہیں۔ اور چوتھا کہنے لگا۔ مَیں تو داکھ کھاؤں گا۔ اس اختلاف پر ان میں جھگڑا ہو گیا۔ پاس سے ایک شخص گزرا، اس نے جھگڑے کا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ چیز ایک ہی ہے۔ محض لفظی نزاع ہے۔ اور زبانوں کے اختلاف سے مختلف نام لے رہے ہیں۔ اس نے بازار جا کر انگور خریدے۔ اور ان کے آگے رکھ دیئے۔ سب نے مل کر کھائے اور اس راہ گزر کی عقلمندی کی داد دی۔ پس معلوم ہوا کہ بعض دفعہ دو چیزوں میں حقیقی تصادم نہیں ہوتا کیونکہ چیز ایک ہی ہوتی ہے اور محض الفاظ کے اختلاف کی وجہ سے ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے۔

مذہب کی تعریف

مذہب کی تعریف یہ ہے۔ خدا تعالیٰ سے ملنے کا وہ راستہ جو خود اس نے الہام کے ذریعہ دنیا کو بتایا ہو۔ مذہب کے معنی ہی عربی زبان میں راستہ کے ہیں اور دین کے معنی ہیں طریقہ۔

سائنس کی تعریف

سائنس کی اصولی تعریف یہ ہے۔ وہ علوم جو منظّم اصول کے ماتحت ظاہر ہوئے ہوں اور ظاہری صداقتوں سے جن پر استدلال کیا گیا ہو یا پھر اس سے مراد وہ مادی حقائق ہیں جن کی بنیاد مشاہدہ اور تجربہ پر ہو۔ یعنی

استدلال صحیحہ سے بعض حقائق معلوم کئے جائیں۔

مذہب اور سائنس کی اس تعریف کے ماتحت کیا تصادم ممکن ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر مذہب اور سائنس کی یہی تعریف ہے جو ابھی بتائی گئی ہے تو پھر ان دونوں میں تصادم نہیں اور تصادم نہیں ہو سکتا۔ مذہب کی حقیقی تعریف یہی ہے ورنہ مذہب سائنس کے تصادم سے بچ نہ سکے گا۔ مثلاً اگر مذہب کی یہ تعریف کی جائے کہ انسان کے دماغ کی وہ ارتقائی حالت جس پر پہنچ کر وہ علمی ارتقاء سے بعض ایسی باتیں معلوم کرلیتا ہے جو دوسرے معلوم نہ کرسکتے تھے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ مذہب قلت غیر عامل (subconscious mind) کی نشوونما (development) کا نتیجہ ہے تو سائنس کا دائرہ بھی یہی ہو گا۔ یعنی وہ علوم جو غور و فکر کا نتیجہ ہوں اور اس تعریف کے ماتحت مذہب اور سائنس کا دائرہ الگ الگ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مذہب کے یہ معنی ہیں کہ وہ خیالات جو جذبات کا نتیجہ ہوں اور کسی اصول پر ان کی بنیاد نہ ہو تو وہ واہمہ اور قوت متخیلہ کا نتیجہ ہیں نہ کہ مذہب۔ ان کو تو زیادہ سے زیادہ لطائف کہہ سکتے ہیں جن پر بحث کی ضرورت نہیں۔ بس مذہب اگر قلب کے اُن خیالات کا نام رکھا جائے جو سب کانشس مائینڈ (subconscious mind) کے ارتقاء کا نتیجہ ہوں تو وہ سائنس ہی ہے اور مذہب سے جدا نہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی بات ہو جس کی بنیاد علم پر نہ ہو۔ محض دل کے خیالات ہوں تو وہ وہم ہے اور غیر حقیقی چیز ہے نہ کہ مذہب۔

مذہب اور سائنس میں فرق

مذہب اُن صداقتوں کا نام ہے جو لقائے الٰہی سے متعلق ہیں۔ اور ان کا علم کائنات عالم کے صانع نے الہام کے ذریعہ دیا ہے۔ اور سائنس اُن نتائج کا نام ہے جو کائنات عالم پر انسان خود غور کر کے اور تدبّر کرنے کے بعد اخذ کرتا ہے۔ گو مذہب کے بعض حقائق بھی عقل سے معلوم ہو سکتے ہیں مگر سائنس کی بنیاد محض غورو فکر اور تجربہ و مشاہدہ پر ہے۔

اب اِس تعریف کے ماتحت مذہب اور سائنس میں مقابلہ ہی کوئی نہیں۔ کیونکہ مذہب خدا کا کلام ہے۔ اور سائنس خدا کا فعل۔ اور کسی عقلمند کے قول اور فعل میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کوئی جھوٹا ہو یا پاگل ہو تو اختلاف ہو گا۔ خدا کے متعلق دونوں باتیں ممکن نہیں کیونکہ خدا ناقص العقل یا ناقص الاخلاق نہیں۔ پس خدا کے قول اور فعل میں فرق نہیں اسی لئے مذہب اور سائنس میں بھی تصادم نہیں۔

اِس جگہ سوال ہو سکتا ہے ۔ کیا واقعی خدا موجود ہے جو کلام کرتا ہے؟ مگر اس وقت خدا کے وجود پر بحث نہیں۔ اِس لئے فرض کر لو کہ خدا ہے اور اس کی طرف سے تعلیم بھی آئی ہوئی ہے۔ پس اگر واقع میں مذہب کوئی چیز ہے تو اس کا سائنس سے تصادم بھی نہیں ورنہ مذہب کا ہی انکار کرنا ہو گا۔ جب تک مذہب کا نام دنیا میں موجود ہے ماننا پڑے گا کہ خدا بھی ہے۔

تصادم کی وجہ

اگر مذہب اور سائنس میں تصادم ممکن نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں مقابلہ چلا آیا ہے۔ آخر ان میں جو جھگڑا ہے اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ کیا سائنس دانوں پر یونہی ظلم کئے گئے۔ ان کو بِلا وجہ قتل کیا گیا اور جلایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تصادم حقیقی نہیں۔ سچا مذہب

سائنس سے ہرگز نہیں ٹکراتا اور سچی سائنس مذہب کے خلاف نہیں ہوسکتی کیونکہ مذہب خدا کا قول ہے اور سائنس خدا کا فعل۔ پس خدا کے قول اور فعل میں حقیقی تصادم نہیں ہوسکتا۔ اگر تصادم ہو تو ماننا پڑے گا کہ یا تو مذہب کی ترجمانی غلط ہوئی ہے۔ (کیونکہ مذہبی احکام دینے والا تو نہ جھوٹا ہے اور نہ پاگل) یعنی لوگوں نے مذہب کو غلط سمجھا۔ یا پھر خدا کے فعل (سائنس) کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ ورنہ مذہب اور سائنس دونوں مُنَزَّہٌ عَنِ الْخَطاء ہستی کی طرف سے ہیں۔ جس کے قول اور فعل میں تضاد ممکن نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے غلط interpretation (ترجمانی) کی وجہ سے تصادم ہوا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ظرف کے ساتھ مل کر چیز نئی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مثلاً پانی ہے۔ اسے اگر گول برتن میں ڈالا جائے تو گول شکل اختیار کر لے گا اور اگر چپٹے برتن میں ڈالو تو چپٹا نظر آئے گا۔ یہی تقریر جو اس وقت میں کر رہا ہوں۔ اسے ہر شخص الگ الگ طرز پر بیان کرے گا۔ اور اس طرح میرے بیان میں اختلاف نظر آئے گا۔ مگر یہ ہماری اپنی سمجھ کا فرق ہوگا۔ گویا interpretation الگ الگ ہوں گے۔ پس مذہب اور سائنس میں تصادم ہو تو ماننا پڑے گا کہ یا تو خدا تعالیٰ کے قول کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ یا پھر خدا تعالیٰ کے فعل کے سمجھنے میں ٹھوکر لگی ہے۔ مثلاً پانی کے متعلق پہلے سائنس دانوں کا خیال تھا کہ یہ مفرد چیز ہے مگر اب ثابت ہوا ہے کہ یہ مرکب ہے۔ اس وجہ سے کیا پہلوں کو پاگل کہہ دوگے۔ فرض کرو قرآن کہتا کہ پانی مرکب ہے تو کیا سائنس دان اس وقت نہ کہتے کہ سائنس سے ٹکرا رہا ہے۔ حالانکہ اُس وقت سائنس کی ترجمانی میں وہ خود غلطی کھا رہے تھے۔

اسی طرح دنیا کی عمر قرآن سے 7 ہزار سال ثابت نہیں۔ محض لوگوں نے ایسا سمجھ رکھا ہے۔ اب یہ بات سائنس کے خلاف ہے۔ مگر یہاں پر مذہب کے interpretation میں غلطی کی گئی ہے نہ یہ کہ قرآن حقیقی سائنس کے خلاف کہہ رہا ہے۔ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی نے کتاب فتوحات مکیّہ میں لکھا ہے کہ مجھے الہام کے ذریعہ بتایا گیا تھا کہ اہرام مصر لاکھ سال کے بنے ہوئے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارا دماغ بعض دفعہ خدا تعالیٰ کے فعل اور کبھی خدا تعالیٰ کے قول کے سمجھنے میں غلطی کر جاتا ہے جس سے سائنس اور مذہب میں اختلاف نظر آتا ہے ورنہ اگر واقعہ میں مذہب خدا کی طرف سے ہے اور سائنس اس کا فعل ہے تو پھر ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ سائنس تو مذہب کی مؤید ہونی چاہیئے نہ کہ خلاف۔ کیونکہ فعل ہمیشہ قول کا مؤید ہوا کرتا ہے نہ کہ مخالف۔ پس سائنس کی کوئی تحقیق مذہب کے خلاف نہیں ہوگی۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی سنت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ خدا کے کلام کی آپ کے عمل سے تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحابہ نے دریافت کیا رسول کریم ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 91 مطبوعہ بیروت ۱۹۷۸ء) آپ کے اخلاق وہی تھے جو قرآن نے بیان کئے ہیں۔ پس سچائی میں قول اور فعل ٹکراتے نہیں۔ اگر مذہب خدا کی طرف سے ہے تو سائنس ضرور اُس کی مؤید ہوگی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے کلام پر غور کرنے سے سائنس کی تائید ہوگی نہ کہ مخالفت۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۔ (الانعام:35) یعنی خدا کے کلام میں جھوٹ نہیں ہوسکتا اس میں جتنا غور کروگے سچائی ہی سچائی نکلے گی۔ پھر فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الاحزاب:63) یعنی خدا کے عمل میں بھی غلطی نہیں ہے۔ گویا خدا کے کلام (مذہب) اور اس کے فعل (سائنس) پر جتنا بھی غور کروگے کبھی اس کی بات کو اس کے عمل کے خلاف نہ پاؤ گے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: کورونا وائرس از صفحہ نمبر 30

بقیہ: کورونا وائرس از صفحہ نمبر 30

اس حوالہ سے ایک اَور حدیث ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بیماری کی دوا ہے۔ پس اگر بیماری کی صحیح دوا مل جائے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مریض صحت پا جاتا ہے۔ (الجامع الصحیح للمسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کورونا وائرس اور باقی تمام آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

درج ذیل دعا ہمیں کثرت سے پڑھنی چاہئے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھلائی ہے کہ

اَللّٰهُمَّ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

(الجامع الصحیح للمسلم کتاب السلام)

اے اللہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے۔ ایسی شفا جو کوئی بیماری نہ چھوڑے۔

☆...☆...☆

کوروناوائرس

کوروناوائرس نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ کئی ممالک کا نظام مفلوج ہو چکا ہے اور ابھی تک اس وائرس سے نجات پانے کی کوئی حتمی صورت نظر نہیں آ رہی۔

کیا یہ حالات ہمیں خدا تعالیٰ سے مدد مانگنے اور اس کے حضور سر بسجود ہونے کی طرف اشارہ نہیں کر رہے؟ بظاہر تو ہمیں دکھائی دے رہا ہے کہ اس وائرس کے خاتمے میں انسانی کوششیں ناکام ہیں۔ کچھ عرصہ قبل امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا کوروناوائرس کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے الہامات میں ملتا ہے یا نہیں؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

کورونا وائرس کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا۔ ہاں بیماریوں کا، وباؤں کا ذکر ملتا ہے۔ آفات کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں جنگ عظیم بھی ہے، اس میں آسمانی آفات بھی ہیں، طوفان بھی ہیں، زلزلے بھی ہیں۔ اور اس کے باوجود لوگوں کی توجہ پیدا نہیں ہو رہی۔ پچھلے سو سال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دعوے کے بعد جتنے زلزلے اور سمندری طوفان، سُونامی (Tsunami) آئے ہیں وہ پہلے ہسٹری (History) میں کبھی نہیں آئے۔ لیکن لوگوں کی توجہ پیدا نہیں ہوئی۔ باوجود اس کے کہ ہم لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں۔ یہ وبائیں جو پھوٹتی ہیں اس کے بعد اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہئے، رجحان پیدا ہونا چاہئے۔۔۔ یہ بیماریاں، آفات جو ہیں یہ عمومی طور پر آ رہی ہیں تو یہ بھی اُس کی (ہستی کی) ایک دلیل ہے۔

(Niedersachsen، جرمنی کے ایک وفد کی حضور انور کے ساتھ ملاقات۔ یکم فروری 2020ء)

پس ہم واقفین نو کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے حضور مزید جھکیں اور اس کی مدد طلب کریں۔ اُس سے محبت کریں تاکہ وہ ہمیں دنیا کی آفات سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ وضاحت فرماتا ہے کہ وہی در اصل شفا دینے والا ہے۔ فرمایا:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ (الشعراء:81)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

اصل میں انسان جوں جوں اپنے ایمان کو کامل کرتا ہے اور یقین میں پکا ہوتا جاتا ہے توں توں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے خود علاج کرتا ہے۔ اس کو ضرورت نہیں رہتی کہ دوائیں تلاش کرتا پھرے وہ خدا کی دوائیں کھاتا ہے اور خدا خود اس کا علاج کرتا ہے۔ بھلا کوئی دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ فلاں دوا سے فلاں مریض ضرور ہی شفا پاجاوے گا۔ ہر گز نہیں بلکہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دوا الٹا ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور ان علاجوں میں سودھندے ہوتے ہیں۔ بعض وقت تشخیص میں غلطی ہوتی ہے بعض وقت دواؤں کے اجزاء میں غلطی ہو جاتی ہے۔ غرض حتمی علاج نہیں ہو سکتا۔ ہاں خدا تعالیٰ جو علاج فرماتا ہے وہ حتمی علاج ہوتا ہے اس سے نقصان نہیں ہوتا مگر ذرا یہ بات مشکل ہے، کامل ایمان کو چاہتی ہے اور یقین کے پہاڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ خود معالج ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ دانت میں سخت درد تھا۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا علاج ہے۔ اس نے کہا کہ موٹا علاج مشہور ہے علاجِ دنداں اخراجِ دنداں۔ اس کا یہ فقرہ میرے دل پر بہت گراں گزرا کیونکہ دانت بھی ایک نعمت الٰہی ہے اسے نکال دینا ایک نعمت سے محروم ہونا ہے۔ اسی فکر میں تھا کہ غنودگی آئی تو زبان پر جاری ہوا وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ اس کے ساتھ ہی معاً درد ٹھہر گیا اور پھر نہیں ہوا۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زیر آیت وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ)

تدبیر اور دعا دونوں کا جمع ہونا اسلام ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ اگر کامل ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ علاج کے لئے خود رہنمائی فرماتا ہے اور وہی حتمی علاج ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ تدبیر بھی ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ دعا ایک زبردست طاقت ہے جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں اور دشوار گزار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے کیونکہ دعا اس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی نالی ہے جو اللہ تعالیٰ سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پالیتا ہے۔ ہاں نری دعا خدا تعالیٰ کا منشا نہیں ہے بلکہ اول تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لائے اور اس کے ساتھ دعا سے کام لے۔ اسباب سے کام لے۔ اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا یہ آداب الدعا سے ناواقفی ہے اور خدا تعالیٰ کو آزمانا ہے اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دعا کو لا شئی محض سمجھنا یہ دہریت ہے۔ یقیناً سمجھو کہ دعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا اس کے دین اور دنیا پر آفت نہ آئے گی۔ وہ ایک ایسے قلعے میں محفوظ ہے جس کے اِرد گِرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہ ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خود بے ہتھیار ہے اور اس پر کمزور بھی ہے اور پھر ایسے جنگل میں ہے جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہر گز نہیں ہے۔ ایک لمحہ میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا اور اس کی ہڈی بوٹی نظر نہ آئے گی۔ اس لیے یاد رکھو کہ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ ہی یہی دعا ہے۔ یہی دعا اس کے لیے پناہ ہے۔ اگر وہ ہر وقت اس میں لگا رہے۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 192۔ ایڈیشن 1984ء) پس دعا کے ساتھ ساتھ تدابیر کرنا ضروری ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کورونا وائرس کے مریضوں اور اس بیماری سے بچنے کے لئے ہومیو پیتھی دوائی تجویز فرمائی ہے۔ واقفین نو کو حفظ ماتقدم کی خاطر اس دوائی کا استعمال کرنا چاہئے اور اگر کورونا وائرس ہو گیا ہے تو اس کے علاج کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج معالجہ کرنے کے لئے تاکید فرمائی ہے۔

حضرت اُسامہ بن شُریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا اور پوچھا یا رسول اللہ! ہم علاج معالجہ کر سکتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیمار کا علاج ضرور کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے شفا رکھی ہے۔ کوئی اس کا علاج جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔

(مسند احمد بن حنبل۔ حدیث اسامہ بن شُریک جلد 4 صفحہ 278)

باقی صفحہ 28 پر ملاحظہ فرمائیں

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت الفاظ میں

عزیزم جاہد فارس احمد واقفِ نو کا ذکرِ خیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 21/فروری 2020ء میں پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت بیان فرمائی۔ خطبہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعض مرحومین کا ذکر خیر فرمایا۔ عزیزم جاہد فارس احمد کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

دوسرا جنازہ ہے عزیزم جاہد فارس احمد کا جو بارہ سال کی عمر میں وفات پا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ طارق نوری اور عطیۃ العزیز خدیجہ کا بیٹا تھا اور عزیزم جاہد کے نانا فاروق احمد خان ہیں جو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے سب سے بڑے پوتے ہیں۔ انہوں نے بھی لکھا ہے اور ان کے ساتھی جو لڑکے تھے اور بہت سارے لوگوں نے بھی مجھے لکھا کہ یہ بچہ بڑی نمایاں خصوصیات کا حامل تھا۔ انتہائی سلجھا ہوا، خلافت کے ساتھ گہری محبت رکھنے والا اور مجھے باقاعدگی سے یہ خط لکھا کرتا تھا۔ اس نے ہمیشہ امتحان ہوا یا جو دوسری باتیں ہوئیں ہمیشہ مجھے خط لکھا۔ اپنے احمدی ہونے پر فخر تھا اور پاکستان میں احمدی ہونا، سکول میں بھی بتانا یہ بڑی بات ہے اور یہ خطبات باقاعدہ سنا کرتا تھا۔ واقفِ نو تھا۔ کلاسز میں بھی شامل ہونے والا تھا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے وقفِ نو کا نصاب بھی اس کو سارا یاد تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ بھی یاد کر رہا تھا۔ جماعتی چندوں میں تحریک جدید اور وقف جدید میں جو اس پر لاگو تھے ان میں باقاعدگی سے خود ہی حصہ لیتا تھا۔ نماز سینٹر میں باقاعدگی سے نماز پڑھنے جانا، باجماعت نماز کی طرف توجہ تھی۔ فجر کے بعد باقاعدگی سے تلاوت کیا کرتا تھا اور اس کے ساتھیوں نے بھی لکھا ہے کہ اس کی بڑی اچھی آواز تھی۔

ساتویں جماعت کا طالب علم تھا اور گھر میں جنریٹر میں آگ لگنے کی وجہ سے اس کو بھی آگ لگی اور زخمی ہوا۔ ٹھیک ہو رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے پہلے یہی بتایا کہ یہ ٹھیک ہو رہا ہے زخم مندمل ہو رہے ہیں لیکن پھر کوئی انفیکشن زیادہ بڑھ گئی۔ اس ہسپتال کی انفیکشن ہوئی یا کیا وجہ ہوئی بہرحال اس انفیکشن کی وجہ سے پھر باقی اعضاء پر بھی اثر ہونا شروع ہوا اور پھر ہسپتال میں اس کی وفات ہو گئی۔ مرحوم بچہ ہے یقیناً اس عمر کے بچے معصوم بچے ہیں جنتی تو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیاروں کی قربت میں جگہ دے۔ اس کی ماں نے ہی اس کو پالا ہے۔ باپ نے تو کبھی زندگی بھر نہیں پوچھا۔ علیحدہ ہو گیا تھا اور ماں اور نانا نانی اس کو پالتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ دے اور جو ان کے لیے عظیم صدمہ ہے اس کو برداشت کرنے کی توفیق دے اور بچے کی نانی طاہرہ بیگم جو مریم بیگم صاحبہ کی بیٹی ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا لفٹ کے حادثہ میں وہ بھی زخمی ہوئی ہیں، ہسپتال میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحت و سلامتی والی زندگی عطا فرمائے اور ان کو اپنے بچوں کی آئندہ ہمیشہ خوشیاں دکھائے۔

جاہد کی جو والدہ ہیں اس کے کزن طارق علی کھوکھر کا بیٹا کہتا ہے کہ مَیں وہاں ہسپتال میں تھا جاہد کی ایک اچھی عادت یہ تھی کہ جب ہسپتال میں تھا تو بیماری کی حالت میں بھی بعض دفعہ کبھی بے ہوشی کی حالت طاری ہو جاتی تھی تو ہر وقت مجھ سے پوچھتا تھا کہ مَیں نے نماز پڑھی ہے کہ نہیں یا غنودگی ہوتی تھی اور مَیں کہتا نہیں پڑھی تو فوراً لیٹے لیٹے نماز پڑھنا شروع کر دیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ جیسا کہ مَیں نے کہا اس کے درجات بلند کرتا رہے اور ان کی ماں اور نانا نانی کو بھی صبر اور حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔

☆...☆...☆

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت الفاظ میں

کم سن شہید واقفِ نو عزیزم تنزیل احمد بٹ کا ذکرِ خیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 6/مارچ 2020ء کے آخر میں بعض مرحومین کا ذکر خیر فرمایا جن میں عزیزم تنزیل احمد بٹ کا ذکر خیر بھی شامل تھا۔ حضور انور نے فرمایا:

پہلا جنازہ عزیزم تنزیل احمد بٹ کا ہے جو عقیل احمد بٹ صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ چھوٹا بچہ گیارہ سال کا تھا۔ ستائیس فروری 2020ء کو اس کی وفات ہوئی۔ وفات کیا ہے میرے نزدیک تو یہ شہادت ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ تنزیل احمد بٹ شاہدرہ کالونی دہلی گیٹ لاہور کو اس کی ہمسائی خاتون نے 27/فروری کو ظالمانہ طریقے سے قتل کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مولویوں کے فتووں نے وہاں پاکستان میں احمدیوں کو کسی بھی بہانے سے قتل کرنا بڑا آسان بنا دیا ہے۔ یہ قتل بھی اس کا نتیجہ ہے اور اس لحاظ سے مَیں تو اس عزیز کو شہداء میں شامل کرتا ہوں۔ وجہ جو بھی ہوئی لیکن اس کے پیچھے احمدیت کا جو ایک بغض ہے وہ بہرحال ہے اور معصوم بچہ تھا۔ اب تک جو رپورٹیں ملی ہیں اس کے مطابق اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔

اس وقوعے کی تفصیلات کے مطابق عزیزم تنزیل احمد بٹ کی والدہ نے مؤرخہ 27/فروری کو اسے ہمسایوں کے گھر سے اپنی چھوٹی بہن کی گڑیا لانے کے لیے بھجوایا جو وہ وہاں چھوڑ آئی تھی۔ حالانکہ اس گھر میں آنا جانا بھی تھا۔ کیا محرک ہوا اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک دن پہلے وہاں چھوڑ آئی تھی تو اس کو بھجوایا کہ جا کے اس کی گڑیا لے آؤ۔ کافی انتظار کے بعد جب وہ بچہ واپس نہ آیا تو والدہ خود ہمسائے کے گھر گئیں۔ پہلے تو ہمسایوں نے دروازہ نہیں کھولا اور کافی دیر کے بعد دروازہ کھولا تو بچے کے بارے میں پوچھنے پر ہمسائی نے بتایا کہ وہ گڑیا لے کر واپس چلا گیا ہے۔ اس پر عزیزم کی والدہ نے اپنے خاوند عقیل صاحب کو اطلاع دی۔ انہوں نے فوری طور پر جماعتی انتظامیہ کے ساتھ مل کر بچے کی تلاش شروع کی اور پولیس میں بھی رپورٹ درج کرا دی۔ پھر جب گلی کے سی سی ٹی وی کیمرے پر دیکھا گیا تو اس میں بچہ ہمسایوں کے گھر جاتا ہوا تو نظر آیا لیکن واپس نہیں نکلا۔ اس پر پولیس کی مدد سے گھر کی تلاشی لی گئی تو ایک ٹرنک میں سے بچے کی لاش برآمد ہوئی جس پر پولیس نے بتایا کہ ان کو قاتلہ عورت کے خاوند نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس کی بیوی نے بچے کو قتل کر کے لاش ٹرنک میں چھپا دی ہے۔ اس خاتون نے مالک مکان کے لڑکے کے ساتھ مل کر اس بچے کو قتل کیا تھا جس کا اب اس نے اعتراف بھی کر لیا ہے۔

عزیزم تنزیل احمد بٹ 20/نومبر 2009ء کو لاہور میں پیدا ہوا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کا فعال رکن تھا۔ جماعتی پروگرام میں باقاعدگی سے شامل ہوتا تھا۔ اپنی کلاس کے ذہین طلباء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ چوتھی کلاس کا، چہارم کا طالب علم تھا۔ اور وفات کے بعد جب اس کا رزلٹ آیا تو 750 میں سے 729 نمبر لے کر کلاس میں یہ بچہ فرسٹ آیا تھا۔ عزیزم کی والدہ نے بتایا کہ تنزیل میرے بچوں میں سے سب سے زیادہ فرمانبردار تھا اور کوئی بھی کام کرنا ہو تو ہمیشہ پہلے مجھ سے اجازت لے کر کیا کرتا تھا۔ اگر کوئی ہمسایہ اور عہدیدار بھی اسے کوئی کام کہتا تو فوراً کام کرتا۔ کبھی انکار نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ قتل کرنے والی ہمسائی بھی اس سے بعض اوقات کام لیتی تھی اور یہ اس کی ہمیشہ فرمانبرداری کرتا تھا اور اس کے کام کرتا تھا۔ سکول کے اساتذہ اور جماعتی عہدیداران بچے سے بہت خوش تھے۔ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایم ٹی اے کے پروگرام باقاعدہ دیکھنے والا تھا خاص طور پر بچوں کے پروگرام اور خطبات سننے والا تھا۔ نماز کی ادائیگی کے لیے بڑی باقاعدگی سے مسجد جاتا تھا۔ اگر کبھی اس کے والد فیکٹری سے تھکے ہوئے واپس آتے اور مسجد جانے کے لیے ذرا سستی دکھاتے تو عزیزم ان کو زبردستی اصرار کر کے مسجد لے کے جایا کرتا تھا۔ عزیزم مرحوم نے پسماندگان میں اپنے والد عقیل احمد بٹ، والدہ نائلہ عقیل اور چار بہن بھائی یادگار چھوڑے ہیں۔ دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے پیار کی آغوش میں جگہ دے اور قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے اور ماں باپ کو بھی صبر اور سکون عطا فرمائے۔

☆...☆...☆